جولائی 2008

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز

لاش کی کہانی

ناول نمبر 757

اشتیاق احمد

السلام علیکم!

یہ لاش کی کہانی ہے... آپ کو بہت عجیب لگے گی... چلیے اچھا ہی ہے... جاسوسی ناول ہو اور کہانی عجیب نہ لگے تو آپ بڑے بڑے منہ بناتے نظر آتے ہیں...

عجیب اس لیے لگے گی کہ اس گھر کے بھی افراد عجیب و غریب تھے... ان سب سے مل کر آپ کو ایک عجیب سا احساس ہوگا اور آخر میں آپ کا کیا حال ہوگا... میں اندازہ لگا سکتا ہوں... بس یوں کہ لیں... کاٹو تو بدن میں لہو نہیں...

جس طرح زندگی کے عجیب رنگ ہیں... اسی طرح موت کے رنگ عجیب ہیں... اس ناول میں آپ کو رنگ ہی رنگ نظر آئیں گے... اور آپ ان رنگوں میں ڈوبتے چلے جائیں گے... اب پتا نہیں رنگوں میں ڈوبنا کیسا لگتا ہے آپ کو...

لیجیے میں کہاں کا کہاں نکل گیا... مجھے تو لاش کی کہانی کی دو باتیں لکھنا تھیں... آپ کہ سکتے ہیں... یہ لاش کی کہانی کی دو باتیں ہی تو ہیں... ہاں واقعی یہ لاش کی کہانی کی دو باتیں ہی ہیں... میں بھول گیا تھا... ہاں تو میں کہ رہا تھا کہ یہ کہانی آپ کو اپنے ساتھ بہا لے جائے گی اور آپ خود کو سنبھال نہیں پائیں گے... ناول ختم ہوگا تو آپ کو معلوم ہوگا، آپ کہاں پہنچ گئے ہیں... اس وقت آپ جہاں پہنچ چکے ہوں... آپ کے لیے وہی جگہ مناسب ہوگی۔

اب آپ محسوس کر رہے ہوں گے کہ یہ دو باتیں تو کچھ زیادہ ہی عجیب ہوتی چلی جا رہی ہیں، نہ جانے ان کی تان کہاں جا کر ٹوٹے گی... ٹوٹے گی بھی یا نہیں... ایسے میں وہ شعر یاد آ گیا... وہ ہے نا...

قسمت کی خوبی دیکھیے ٹوٹی کہاں کمند
دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گئے

لیکن شعر میں بات کمند کی ہے اور میں بات کر رہا تھا تان کی... اب معلوم نہیں... تان کا اور کمند کا آپس میں کوئی تعلق ہے یا نہیں... یہ دور پار کے رشتے دار ہیں یا نہیں... رشتے دار نکل آئے تو اچھا ہی ہے... اس صورت میں دو باتیں کسی کنارے جا لگیں گی... ورنہ اس وقت تک تو کہا جا سکتا تھا... ان کی تو کوئی کل سیدھی ہی نہیں... کل سیدھی ہو نہ ہو، تان اور کمند میں کوئی تعلق ہو نہ ہو... مجھے یہ دو باتیں مکمل کرنا ہیں... اور اللہ نے چاہا تو میں ان کو مکمل کر کے رہوں گا... کیونکہ آخر میری زندگی بھی تو دو باتیں لکھتے گزر گئی... یہ کون سی ایسی انوکھی دو باتیں ہیں کہ مکمل نہیں ہو سکیں گی... بلکہ مکمل ہو سکیں گی کیا... مجھے تو لگتا ہے... یہ مکمل ہو بھی گئی ہیں... ہاں اور کیا... ہمارے ہاں تو یہ دیکھا جاتا ہے تاکہ ان دو باتوں کے لیے ہمارے پاس جگہ کتنی ہے... اور جتنی جگہ تھی... وہ پہلے ہی پوری ہو چکی ہے... بلکہ اب تک تو یہ کچھ زیادہ جگہ لے گئی ہیں... دو باتیں کہیں کی... ہے کوئی تک... ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا...

اس سے پہلے کہ یہ دو باتیں اور زیادہ ٹیڑھی ہو جائیں... بلکہ ٹیڑھی کھیر ہو جائیں اور گھی سیدھی انگلی کی بجائے ٹیڑھی انگلی سے بھی نہ نکلے... میں آپ سے اجازت ہی لے لیتا ہوں... اسی میں ہم سب کا بھلا ہے... اللہ حافظ۔

اشتیاق احمد

گزشتہ ماہ کا ناول

سیاہ گلاب کا وار

اس ماہ کا ناول

لاش کی کہانی

آئندہ ماہ کے ناول

انگارہ مشن (خاص نمبر)

انجانا خطرہ

کتے کی موت

خونی تجربہ

دوسرا کمرہ

خط ملتا ہے

''انسپکٹر جمشید! میں آپ کو ایک بہت خوفناک بات بتانے چلا ہوں... اس شہر میں ایک جدید کوٹھی ہے... اس کوٹھی میں پانچ بڑے بڑے کمرے ہیں، ایک وسیع برآمدے کے دونوں طرف دو کمرے ہیں ... پانچواں کمرہ برآمدے کے ختم پر ہے... یعنی ہم برآمدے میں داخل ہوں تو سامنے اسی کمرے کا دروازہ نظر آتا ہے بس میری مراد اسی کمرے سے ہے... اس کمرے کے فرش کو اگر کھودا جائے... تو آپ کو اس کے اندر سے ایک انسان کی ہڈیاں ملیں گی... اسے آج سے ٹھیک دس سال پہلے وہاں دفن کیا گیا تھا... اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ اس کے قاتل تک پہنچ سکتے ہیں یا نہیں... کوٹھی کے مالک کا

نام ہے جاوید بھلوانی... پتا ہے 104 جاگیر آباد
... آپ کا مخلص... ایک گمنام۔

یہ خط انہیں ڈاک سے ملا تھا... انہوں نے اس خط کو تین بار پڑھا اور پھر ان تینوں کی طرف بڑھاتے ہوئے بولے:

"تم لوگ بھی اس خط کو پڑھ لو۔"

"کیا اس میں کوئی خاص بات ہے ابا جان۔"

"کہہ نہیں سکتا... یہ کسی کا مذاق بھی ہو سکتا ہے۔"

وہ تینوں ایک ساتھ پڑھنے کے لیے جھکے... اور پھر ناریلوں کے ٹکرانے کی آواز سنائی دی۔

"توبہ ہے تم سے... تمہیں تو جھکنے کا بھی سلیقہ نہیں۔" فرزانہ نے بھنائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اور تمہیں تو جیسے بہت زیادہ سلیقہ ہے جھکنے کا... پھر کیوں ٹکرا گیا تمارا سر... ہم دونوں کے سر سے۔" فاروق جلے کٹے انداز میں بولا۔

"پہلے خط پڑھ لو... پھر لڑ لینا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے

"پھر لڑنے کا وقت کہاں رہ جائے گا ابا جان۔"

محمود ہنسا۔

اور پھر وہ خط پڑھنے لگے... پورا خط پڑھ کر انہوں نے اپنے والد کی طرف دیکھا:

"بھئی میں نے اس خط کو تین بار پڑھا ہے۔"

"آپ کا مطلب ہے... ہم بھی تین بار پڑھیں۔"

"ہاں! میں یہی چاہتا ہوں۔"

"بہت بہتر۔"

اور پھر انہوں نے خط کو دو مرتبہ اور پڑھا... پھر ان کی طرف دیکھا:

"اب آپ کیا کہتے ہیں۔"

"مجھے کچھ کہنے کی کیا ضرورت ہے... تم کہو جو کہنا ہے۔"

"ہمیں اس کوٹھی میں جانا چاہیے... اگر وہاں واقعی دس سال پہلے قتل کی واردات ہوئی تھی... اور اس واردات کو چھپانے کے لیے لاش کو وہاں دفن کر کے اوپر پختہ فرش لگوا دیا گیا تھا تو ہمیں اس فرش کو کھدوانا چاہیے..." محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"بالکل ٹھیک... ابا جان میں محمود کی تائید کرتی

ہوں۔''

''ظاہر ہے ... تم میری تائید تو کرو گی نہیں۔''
فاروق جل گیا۔

''تم نے ابھی کچھ کہا ہی نہیں تو تائید کیا کروں۔''

''خیر میں بھی یہی کہتا ہوں ... جو محمود نے کہا ہے
... کرو اب میری تائید۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''تم نے تو خود محمود نے تائید کر دی ... کوئی نئی بات
تو کہی نہیں۔'' اس نے منہ بنایا۔

''میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا! تم میری تائید نہیں
کروں گی۔'' فاروق مسکرایا۔

''پڑ گئے یہ دونوں تو تائید کے چکر میں۔'' محمود نے
منہ بنایا۔

''بات یہ ہو رہی تھی کہ ہمیں وہاں جانا چاہیے ...
چاہے، یہ کسی کا مذاق ہی کیوں نہ ہو۔''

''تو پھر چلیے۔'' محمود نے فوراً کہا۔

''کیا اس طرح چلنے میں ہمیں مزہ آئے گا۔'' انسپکٹر
جمشید مسکرائے۔

''جی ... کیا مطلب؟'' تینوں ایک ساتھ بول

اٹھے۔

''مطلب یہ کہ کیا ہم یہ مہم پروفیسر صاحب اور خان
رحمان کے بغیر ہی انجام دے ڈالیں۔''

''اوہ ہاں واقعی! ان کے بغیر تو مزہ نہیں آئے گا۔''

''بس تو پھر ... پہلے میں انہیں فون کرتا ہوں۔''

''آپ کیوں ... اور ہم کیوں نہیں۔'' فاروق نے
جلدی سے کہا۔

''کیا مطلب؟''

''آپ کیوں فون کرتے ہیں ... میں کر دیتا ہوں
...'' وہ بولا۔

''چلو ٹھیک ہے ... کرو انہیں فون۔''

فاروق نے پہلے خان رحمان کے نمبر ملائے ...
دوسری طرف سے خان رحمان کی دہاڑتی آواز سنائی دی:

''ظہور کے بچے ... فون کیوں نہیں سنتے۔''

''جی جی ... سن رہا ہوں ...'' دوسری طرف ظہور کی
آواز سنائی دی۔

''خالی سن ہی رہے ہو ... ارے میاں بات کرو نا اس
سے جس نے فون کیا ہے۔''

اب ظہور کی آواز ابھری... وہ بھنائے ہوئے انداز میں بولا:

''جی... کون صاحب بات کر رہے ہیں۔''

''انکل ظہور! یہ میں ہوں فاروق احمد۔''

''ارے باپ رے... حضور خان صاحب... ادھر سے ظہور بات کر رہے ہیں۔''

''کیا کہا... ظہور بات کر رہے ہیں... تب پھر تم کون ہو۔'' خان رحمان کی آواز سنائی دی۔

''مم... میں فاروق احمد ہوں... تبھی تو ادھر سے ظہور احمد بات کر رہے ہیں۔''

''حد ہوگئی... تو یہ ہے ظہور انکل آپ سے... فون کو انکل دیں۔'' فاروق نے بھنا کر کہا۔

''جی... جی... کک... کیا کہا آپ نے... فون کو انکل دوں۔''

''یار بھائی... جو جی میں آئے کرو...'' فاروق جل گیا۔

''لاؤ... مجھے دو... میں سمجھ گیا... فاروق کا فون ہے۔'' خان رحمان نے بھنا کر کہا اور ریسیور اس کے ہاتھ سے

لے لیا۔

''السلام علیکم فاروق خیر تو ہے۔''

''کچھ نہیں کہا جا سکتا انکل۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

''کیا مطلب...'' وہ چونکے۔

''ہم ایک مہم پر روانہ ہو رہے ہیں... بظاہر تو مہم بے ضرر ہے... لیکن بہت دلچسپ ضرور ہے... ہم لوگوں کا خیال ہے... آپ بھی آجائیں تو مہم کا لطف دوبالا ہو جائے گا۔''

''حد ہوگئی... اب مہمات کے لطف بھی دوبالا ہونے لگے... خیر میں آتا ہوں... لیکن بھئی... صرف میرے شریک ہونے سے تو مکمل طور پر لطف دوبالا نہیں ہو جائے گا۔''

''میں پروفیسر انکل کو بھی فون کر رہا ہوں۔'' فاروق ہنسا۔

''تم کیوں... اور میں کیوں نہیں۔'' خان رحمان نے تلملائے ہوئے انداز میں کہا۔

''ٹھیک ہے انکل! آپ فون کر لیں انہیں۔''

''بس سمجھو... ہم پہنچ رہے ہیں... خبردار جو تم نے ہمارے آنے سے پہلے کوئی قدم اٹھایا۔''

''آپ فکر نہ کریں... ہم تو گھر کے صحن سے

دروازے تک بھی نہیں جائیں گے۔''

''ارے باپ رے... پھر دروازہ کیسے کھلے گا۔''

اور فاروق نے ہنس کر فون بند کر دیا اور ان کی طرف مڑتے ہوئے بولا:

''دونوں آرہے ہیں ان شاءاللہ۔''

جلد ہی دروازے کی گھنٹی بجی... فاروق نے گھبرا کر کہا:

''اب ہم دروازے پر کیسے جائیں... انہوں نے کہا تھا... کوئی قدم نہ اٹھانا۔''

''حد ہو گئی... اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ دروازہ بھی نہ کھولنا۔'' محمود نے بھنا کر کہا اور اٹھ کر دروازہ کھول دیا:

''السلام علیکم۔''

''وعلیکم السلام۔'' ان کے منہ سے نکلا۔

پھر وہ اندر آ کر صحن میں بیٹھ گئے... ادھر بیگم جمشید نے پہلے ہی چائے اور دوسری چیزیں تیار کر دی تھیں فوراً ہی لوازمات سے بھری ہوئی ٹرے ان کے سامنے رکھ دی گئی:

''ہاں تو جمشید... اب ذرا بات ہو جائے اس مہم کی... جس پر ہم نکلنے والے ہیں۔''

''آپ لوگوں نے جاوید بھلوانی کا نام سنا ہے۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''جاوید بھلوانی؟'' انہوں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

''ہاں! جاوید بھلوانی۔''

''نہیں! ہم نے یہ نام نہیں سنا۔''

''خیر... چائے کے دوران ذرا یہ خط پڑھ لیں۔''

دونوں خط پر جھک گئے... پڑھتے ہوئے ان کی آنکھیں مارے حیرت اور خوف کے پھیلتی چلی گئیں... آخر خط ختم کر کے انہوں نے ان کی طرف دیکھا:

''تمہارا مطلب ہے... اب ہم وہاں جائیں گے اور اس کمرے کے فرش کی کھدائی کروائیں گے۔''

''ہاں! اس کے سوا چارہ بھی کیا ہے۔''

''تو پھر بسم اللہ کرو جمشید... جہاں تم وہاں ہم۔'' خان رحمان نے فوراً کہا۔

''تو پھر چلتے ہیں... اب دیر کیا کرنی اگر یہ خط درست ہے... اور کسی کا مذاق نہیں ہے تو اس کا مطلب ہے... دس سال پہلے ایک شخص کو قتل کیا گیا تھا... اور وہ بے چارہ وہاں دفن ہے... اب تو شاید اس گڑھے سے اس کی ہڈیاں ہی

مل سکیں گی...''

''اللہ اپنا رحم کرے... اس دنیا میں بھی کیسے کیسے ظلم ہوتے ہیں۔''

''اور مزے کی بات یہ ہے کہ یہ خط لکھا بھی گیا ہے ہاتھ سے... گویا خط لکھنے والے کا سراغ لگانا کوئی مشکل کام نہیں ہوگا۔''

''امید تو یہی ہے... لیکن سوال یہ ہے کہ... اگر اس شخص کو اس واردات کے بارے میں معلوم تھا تو اس نے دس سال تک خاموشی کیوں اختیار کیے رکھی۔''

''اب یہ تو وہی بتا سکے گا۔''

''نہ جانے کس غریب کو قتل کیا گیا تھا اور کیوں؟'' فاروق بڑبڑایا۔

اور پھر چائے سے فارغ ہوتے ہی وہ گھر سے نکل کھڑے ہوئے... جب وہ باہر نکل رہے تھے تو اس وقت بیگم جمشید نے کہا:

''آج رات تک تو آپ لوگوں کی واپسی ہوگی نہیں شاید۔''

''امید تو یہی ہے بیگم۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

وہ برا سا منہ بنا کر رہ گئیں اور وہ باہر نکل آئے... اب وہ خان رحمان کی گاڑی میں جاگیر آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ مارے سسپنس کے ان کا برا حال تھا... جاگیر آباد شہر سے نکل کر ایک الگ تھلگ سی آبادی تھی۔ ان کا جی چاہ رہا تھا، کسی طرح اڑ کر جاوید بھلوانی کی کوٹھی تک پہنچ جائیں۔ خان رحمان پوری ہوشیاری سے گاڑی چلا رہے تھے... آخر ان کی گاڑی جاگیر آباد میں داخل ہوئی... انہوں نے رک کر ایک راہگیر سے پوچھا:

''جاوید بھلوانی صاحب کی کوٹھی کس طرف ہے۔''

''ج ج... جاوید بھلوانی صاحب... نن نہیں۔'' یہ کہتے ہی وہ آگے بڑھ گیا۔

انہوں نے حیران ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا:

''یہ کیا بات ہوئی۔'' خان رحمان کے منہ سے نکلا۔

''پ پتا نہیں۔''

''چکر تو باہر ہی شروع ہوگیا...'' فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

''بھئی جب اوکھلی میں سر دیا تو موسلوں کا کیا ڈر۔''

محمود ہنسا۔

اب انہوں نے ایک اور راہگیر کو روکا... انسپکٹر جمشید گاڑی سے نیچے اتر آئے اور اس سے بولے:

''جاوید بھلوانی کی کوٹھی کس طرف ہے۔''

اس کا رنگ اڑ گیا... اس نے کنی کترا کر نکل جانا چاہا... لیکن انسپکٹر جمشید نے فوراً ہی اس کی کلائی پکڑ لی۔

''نن نہیں...''

''بھئی ہم نے صرف کوٹھی کا پتا پوچھا ہے... اس میں خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔''

''وہ... وہ بہت۔'' یہ کہتے ہی اس نے اچانک اپنا ہاتھ چھڑا لیا اور بھاگ کھڑا ہو۔

اب تو ان کی حیرت بہت بڑھ گئی:

دروازہ

چند لمحے کی خاموشی کے بعد انسپکٹر جمشید نے کہا:

''لگتا ہے... یہاں سب لوگ جاوید بھلوانی سے خوف زدہ ہیں. موجود.. اور ہمیں خود ہی اس کی کوٹھی تلاش کرنا ہوگی... خط میں کوٹھی کا نمبر کیا لکھا تھا بھئی۔'' انہوں نے تینوں کی طرف دیکھا۔

''کوٹھی نمبر 109۔''

اب وہ نمبروں کے اعتبار سے آگے بڑھے... آخر پندرہ منٹ کی کوشش کے بعد وہ جاوید بھلوانی کی کوٹھی کے سامنے پہنچ گئے ... تلاش کے سلسلے میں انہوں نے تقریباً ساری جاگیر آباد دیکھ لی تھی... اس پوری آبادی میں مکانات عام سے تھے... چھوٹے بڑے کچے پکے... سبھی طرح کے تھے... لیکن کوٹھی صرف جاوید بھلوانی کی تھی... اور بہت زیادہ رقبے میں پھیلی ہوئی تھی... اس کے آس پاس بہت

دور دور تک کوئی مکانات نہیں تھے... گویا وہاں وہ ایک اکیلی الگ تھلگ موجود تھی۔

کوٹھی کا دروازہ بند تھا... اور دروازے پر کوئی چوکیدار وغیرہ نہیں تھا۔ انہوں نے دیکھا... کوٹھی انتہائی جدید طرز کی تھی... اور اس پر پیسہ پانی کی طرح بہایا گیا تھا...

''محمود... اپنا فرض انجام دو۔'' فاروق مسکرایا۔

محمود نے منہ بنایا اور آگے بڑھ گیا... دروازے پر لگا گھنٹی کا بٹن بھی بہت عجیب قسم کا تھا... انہوں نے اس قسم کا بٹن زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

''ایک منٹ محمود۔'' ایسے میں پروفیسر داؤد پکار اٹھے۔

''جی... کیا مطلب؟'' وہ چونک کر رک گیا۔

''اس بٹن پر انگلی نہ رکھنا۔''

''تب پھر کس بٹن پر انگلی رکھوں انکل۔'' اس نے پریشان ہو کر کہا۔

باقی لوگ مسکرا دیے:

''تم پیچھے ہٹ آؤ... گھنٹی میں بجاؤں گا۔''

یہ کہتے ہوئے پروفیسر داؤد آگے بڑھے...

انہوں نے جیب میں سے ایک فولڈنگ چھڑی نکالی... اس کی تہیں کھولیں... پھر اس کو ایک سرے سے پکڑ کر دوسرا سرا بٹن پر رکھ دیا... ساتھ ہی وہ بولے:

''اللہ کا شکر ہے۔''

''خیر تو ہے پروفیسر۔''

''اس بٹن میں کرنٹ دوڑ رہا تھا۔''

''حد ہو گئی... یہ کس قسم کا انسان ہے... جس نے اپنے دروازے کی گھنٹی کے بٹن میں کرنٹ چھوڑ رکھا ہے... گویا یہ نہیں چاہتا... کوئی ملنے کے لیے آئے... اور اگر آ جائے تو اس کرنٹ کا شکار ہو جائے... تو کیا یہ جگہ ہمارے ملک کا حصہ نہیں... اگر حصہ ہے... تو اس شخص کے مظالم کے خلاف اب تک کوئی کارروائی کیوں نہیں کی گئی... لوگوں نے اس کے خلاف آواز کیوں نہ اٹھائی...'' محمود نے نفرت زدہ انداز میں کہا۔

''بھئی اس قدر جلد نتیجہ نہ نکالو... یہ ضروری نہیں کہ یہ شخص ظالم ہو...''

''تب پھر لوگ اس سے اس قدر کیوں خوف زدہ ہیں۔''

''اس کی کوئی اور وجہ بھی ہو سکتی ہے۔''

''اچھی بات ہے... ارے... لیکن... گھنٹی کا بٹن دبانے کے بعد بھی کوئی نہیں آیا۔''

''میں ایک بار اور بٹن دبا دیتا ہوں۔'' پروفیسر داؤد مسکرائے۔

''فرزانہ دھیان رکھنا... اندر گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دیتی ہے یا نہیں۔''

''آواز تو میں پہلے بھی سن چکی ہوں۔''

''مطلب یہ کہ اندر گھنٹی بجی ہے... اس کے باوجود کوئی دروازے پر نہیں آیا...''

''لگتا ہے... یہ بے حس لوگوں کا گھر ہے... اول تو ان لوگوں نے گھنٹی کے بٹن میں کرنٹ چھوڑ رکھا تھا... دوسرے یہ کہ گھنٹی بجنے پر بھی کسی نے دروازہ کھولنے کی زحمت نہیں کی... اور جاگیر آباد کے لوگوں کو دیکھ ہی چکے ہو... وہ سب لوگ تو اس شخص سے ایسے خوف کھاتے ہیں کہ کوئی اس کا پتا تک بتانے پر تیار نہیں۔''

''لیکن ہم سے اس شخص کو بہر حال ملنا پڑے گا... اور اب تو مجھے یقین ہو گیا ہے، اس کوٹھی کے ایک کمرے کے فرش

کے نیچے ضرور کوئی لاش دفن ہے۔''

''میں ایک بار پھر گھنٹی بجا رہا ہوں... اور اس مرتبہ چھڑی نہیں ہٹاؤں گا۔''

''ٹھیک ہے انکل... اب یہی کرنا پڑے گا۔''

انہوں نے پھر گھنٹی کے بٹن پر چھڑی کا سرا رکھ کر دباؤ ڈال دیا... اندر مسلسل گھنٹی بجنے لگی... پھر شاید کسی نے بٹن کو آف کر دیا... آواز رک گئی...

''دروازے کو دھڑ دھڑانا شروع کرو۔''

محمود آگے بڑھا... پھر جونہی اس نے دروازے پر ہاتھ مارا... اس کے منہ سے چیخ نکل گئی اور وہ اچھل کر دور جا گرا۔

''ارے باپ رے... اس پورے دروازے میں کرنٹ ہے۔''

''کم بخت کہیں کا۔'' فرزانہ نے غصے میں آ کر کہا۔

اب وہ سب محمود پر جھک گئے... جلد ہی اس نے آنکھیں کھول دیں...

''تم فکر نہ کرو محمود... ہم ان لوگوں کو بجلی کے ایسے جھٹکے دیں گے، ایسے جھٹکے دیں گے کہ یہ دوسروں کو جھٹکے دینا

بھول جائیں گے۔'' فاروق نے غصے کی حالت میں کہا۔

جواب میں محمود مسکرایا:

''پروفیسر صاحب ... آپ اپنی چھڑی سے دروازے پر زوردار انداز میں دستک دیں۔''

''اس سے کیا ہوگا جمشید ... ہم دیکھ رہے ہیں ... اندر بجنے والی گھنٹی ان لوگوں نے بند کردی ... گویا ان کا دروازہ کھولنے کا کوئی پروگرام نہیں ...'' پروفیسر داؤد بولے۔

''لیکن پروفیسر صاحب ... ہمیں بہرحال اندر جانا ہے۔''

''تب پھر جمشید ... میں دروازے پر کوئی اینٹ دے مارتا ہوں ... شاید اس طرح ان کی آنکھ کھل جائے۔'' خان رحمان نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے ... اب یہی کرنا ہوگا۔''

''لیکن ہمارے ایسا کرنے سے یہ بہت جھنجلائیں گے۔'' فرزانہ مسکرائی۔

''تو ہمیں کیا ... جھنجلاتے رہیں۔''

اور پھر خان رحمان آس پاس بکھری اینٹوں کو اٹھا

اٹھا کر دروازے پر مارنے لگے ... اس سے خوف ناک آوازیں بلند ہوئیں ... آخر اسپیکر پر آواز ابھری:

''یہ کیا بدتمیزی ہے۔'' آواز کسی لڑکے کی تھی۔

''دروازہ نہ کھولنا اس سے زیادہ بدتمیزی ہے۔''

''یہ ہمارے سونے کا وقت ہے۔'' پھر کہا گیا۔

''ہوگا ... ہمارا یہ کام کرنے کا وقت ہے ... اگر آپ نے دروازہ نہ کھولا تو یہ اینٹ باری جاری رہے گی۔'' محمود نے بلند آواز میں کہا۔

''چیخنے کی ضرورت نہیں ... آہستہ آواز میں بات کرو گے تو اس کو بھی ہم آسانی سے سنیں گے۔'' اسی لڑکے کی آواز سنائی۔

''کیسے سنو گے ... کان بہت بڑے ہیں کیا؟'' فاروق ہنسا۔

''زبان دراز لڑکے ... تمہاری زبان کی لمبائی کم کرنا ہوگی۔'' دوسری طرف سے غرا کر کہا گیا۔

''تو پھر آجاؤ ... دیکھا جائے گا۔'' فاروق نے ہانک لگائی۔

''آنا تو اب ہوگا ... تم نے ہمارے دروازے کو

جو نقصان پہنچایا ہے... اس کا حساب بھی تو لینا ہوگا۔''

''ہم انتظار کر رہے ہیں... حساب کتاب صاف کر دیں گے ان شاء اللہ!'' فاروق نے فوراً کہا۔

''کنکو... اس پروگرام کی فلم بنے گی... ہمیں یہ بھی تو دیکھنا ہے کہ یہ لوگ کون ہیں جو ہماری جاگیر میں داخل ہو گئے ہیں اور ہمیں ہی میاؤں کہہ رہے ہیں۔''

''فکر نہ کریں چھوٹے سرکار... ان کی تو ایسی فلم بنے گی کہ یاد کریں گے... انسپکٹر سلورا کو انہیں جیل بھیجنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔''

''ہاں! یہ ہوئی نا بات... لیکن پہلے تم سلورا کو فون کر دو... تاکہ وہ بھی موقعے پر پہنچ جائے اور انہیں رنگے ہاتھوں گرفتار کر لے۔''

''یہ خوب رہے گا... پہلے میں انسپکٹر سلورا کو فون کرتا ہوں... پھر ان کی فلم شروع کرتا ہوں۔''

''جو کرنا ہے... جلدی کرو... ہم باہر کھڑے کھڑے سوکھ رہے ہیں۔''

''تمہیں نہیں سکھائیں گے تو کیا اپنے آپ کو سکھائیں گے۔'' لڑکے کی بھنائی ہوئی آواز سنائی دی...

''اچھی بات ہے... اب ذمے دار تم خود ہو گے۔'' انسپکٹر جمشید نے گویا اعلان کیا۔

''کس بات کے ذمے دار؟'' لڑکے نے حیران ہو کر پوچھا۔

''جو کچھ تم کرنے جا رہے ہو، اس کے۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''فکر نہ کرو... ہم کسی بات میں بھی تم لوگوں کو ذمے دار نہیں ٹھہرائیں گے۔''

''او کے۔''

اور پھر وہ خاموش ہو گئے... آخر کوٹھی کا دروازہ کھلا... دس عدد غنڈہ صورت نوجوان باہر آ گئے... ان کے ہاتھوں میں جوڈو کراٹے والے سیاہ ڈنڈے تھے جن کے درمیان زنجیریں تھیں۔

''ان کے ارادے تو نیک نہیں ہیں ابا جان۔'' فاروق گھبرا گیا۔

''پہلے انہیں نیک بنانے کی کوشش کر لیتے ہیں۔'' یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔

''دیکھو بھئی... ہم یہاں کسی سے لڑنے کے ارادے

سے نہیں آئے... ہم تو ایک ضرورت کے تحت آئے ہیں...
پہلے ہم نے گھنٹی کا بٹن دبانا چاہا... لیکن اس میں کرنٹ تھا
... دروازہ کھٹکھٹایا تو اس میں بھی کرنٹ تھا... ہمارے ایک
ساتھی کو باقاعدہ کرنٹ لگا... گھنٹی بجائی گئی تھی تو اس پر کوئی
باہر نہیں آیا تھا... اب ہم کیا کرتے... ہم نے دستک دینے
کے لیے اینٹوں سے کام لیا... اس طرح آپ لوگوں کے آرام
میں خلل پڑا... ہم معافی چاہتے ہیں... اور درخواست کرتے
ہیں کہ آپ لوگ ہماری بات سن لیں۔''

''معافی کا وقت تو اب گزر چکا ہے...'' ان میں
سے ایک نے وحشیانہ انداز میں کہا۔

''لڑائی بھڑائی کا کوئی فائدہ نہیں... جو کام صلح صفائی
سے ہو جائے، وہ اچھا ہے... اس لیے ہمیں جاوید بھلوانی سے
ملنے دیا جائے۔''

''کہا نا... ان باتوں کا وقت گزر چکا ہے۔''

''اچھا جیسے تم لوگوں کی مرضی... ہم نے تمہیں خبردار
کر دیا ہے۔''

''کس بات سے؟''

''یہ کہ نقصان اور ٹوٹ پھوٹ کے ذمے دار تم خود

ہو گے... ہم نہیں... کیونکہ ہم لڑنے بھڑنے پر آمادہ نہیں۔''

''لڑائی بھڑائی تم نے خود شروع کی ہے... کسی کے
دروازے پر اینٹیں مارو گے تو لڑائی کی ابتدا ہو گی یا نہیں۔''

''گھنٹی بجانے کے جواب میں دروازہ نہیں کھولو تو
یہی ہو گا۔''

''دروازہ نہ کھولنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم لوگ آرام
کر رہے ہیں اور ابھی ہمارا اٹھنے کا وقت نہیں ہوا، لہٰذا پھر کسی
وقت آنا۔''

''یہ بات لکھ کر لگا دو... دوسرے یہ کہ ہم ذاتی کام
سے نہیں آئے... ہمارا تعلق پولیس سے ہے۔''

''ارے جاؤ... کیوں جھوٹ بولتے ہو... وردی
جسموں پر ہے نہیں...''

''ہم سادہ لباس والے ہیں۔''

''ہوں گے... ہم ایسے لوگوں کو معاف نہیں کرتے
... جو ہمارے دروازے پر اینٹیں برسائیں... ٹوٹ پڑو ان
پر۔''

لڑکے کے ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ دس کے دس
وحشیانہ انداز میں ان کی طرف دوڑ پڑے... ساتھ ہی ان

کے ہاتھوں میں خنجر نظر آئے۔

''پروفیسر صاحب! ہم خود کو کیوں تھکائیں۔'' انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی پروفیسر داؤد نے شیشے کی ایک گیند ان کے پیروں کے پاس پھینک دی:

☆☆☆☆☆

آمنے سامنے

آن کی آن میں دھواں پھیل گیا... اور دس کے دس گرتے نظر آئے... ساتھ ہی آواز ابھری:

''ارے! یہ کیا ہوا؟''

''یہ وہی ہوا... جو اللہ کو منظور تھا۔'' فاروق کی آواز سنائی دی۔

''یہ کیا ہو رہا ہے یہاں۔''

یہ آواز ان کے پیچھے سے آئی تھی... وہ چونک کر مڑے... انہوں نے دیکھا، ایک بہت بڑی اور شان دار کار سے ایک لمبے قد کا آدمی اتر رہا تھا، اس کے چہرے پر حیرت ہی حیرت تھی... بڑی بڑی مونچھوں والا وہ شخص انہیں بہت عجیب لگا... اس کے ساتھ ہی کار میں بیٹھی عورت بھی اتر پڑی... وہ بھی حیرت زدہ نظر آ رہی تھی:

''آپ کی تعریف؟'' انسپکٹر جمشید ان کی طرف

بڑھتے ہوئے بولے۔

''مجھے جاوید بھلوانی کہتے ہیں... یہ میری بیگم ہیں اور یہ کوٹھی میری ہے... ہم ایک دعوت میں گئے ہوئے تھے... یہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔''

''اوہ! تو یہ آپ ہیں... اچھا ہوا آپ آگئے... اب بات سمجھ میں آئی... دراصل آپ تو اندر تھے ہی نہیں... اس لیے دروازہ نہیں کھل رہا تھا... اندر آپ کے بچے ہیں... اور ملازم۔''

''اوہو... آپ لوگ کون ہیں... یہ بھی تو بتائیں نا۔'' اس نے جھلا کر کہا۔

''مجھے انسپکٹر جمشید کہتے ہیں... اور یہ میرے ساتھی پروفیسر داؤد اور خان رحمان ہیں، یہ ہیں میرے بچے محمود، فاروق اور فرزانہ۔''

''نن... نہیں۔'' مارے حیرت کے ان دونوں کے منہ سے نکلا۔

''نہیں کیا... کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم لوگ انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی نہیں ہو سکتے۔''

''میں نے یہ نہیں کہا... حیرت ہوئی مجھے آپ کو یہاں

دیکھ کر... کیسے تکلیف کی۔''

''ہم ایک کیس کے سلسلے میں آئے ہیں... یہاں پہنچ کر دروازہ کھلوانے کی کوشش کی... لیکن ناکام رہے... اندر کے لوگ لڑنے مرنے پر اتر آئے... نتیجہ یہ کہ ہمیں بھی وار کرنا پڑا۔''

''آپ لوگوں نے اچھا نہیں کیا... اب آپ پر کیس بنے گا۔'' جاوید بھلوانی نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

''ہمیں اس کی کوئی پروا نہیں کہ کیس بنتا ہے یا نہیں... آپ اپنی بات کریں... ہم سے بات چیت کرنا چاہتے ہیں یا نہیں...'' انسپکٹر جمشید نے سرد لہجہ اختیار کیا۔

''معاملہ کیا ہے؟'' اس نے بھی سخت لہجے میں کہا۔

''معاملہ ایک لاش کا ہے۔''

''کیا... کیا کہا... لاش... کہاں ہے لاش۔'' اس نے چلا کر کہا۔

''اوہو... میں نے کہا ہے... معاملہ ایک لاش کا ہے۔''

''وہی تو میں کہہ رہا ہوں... کیسی لاش... کس کی لاش۔''

''ہمارے پاس ایک خط ہے۔ آپ اس خط کو پڑھ لیں... آپ کو معلوم ہو جائے گا... ہم یہاں کیوں آئے ہیں۔''

عین اسی لمحے کوٹھی کا دروازہ زوردار آواز کے ساتھ کھلا اور اٹھارہ انیس سال کا ایک لڑکا اور پندرہ سولہ سال کی ایک لڑکی باہر آتے نظر آئے... ساتھ ہی لڑکا بولا:

''آپ فکر نہ کریں ڈیڈ... ہم نے ان کا انتظام کر لیا ہے... انسپکٹر سلورا آرہے ہیں... وہ ان سے خود ہی نبٹ لیں گے۔''

''بہت خوب! یہ تم نے ٹھیک کیا کاشاک... یہ لوگ بلا وجہ ہم پر رعب ڈالنا چاہتے ہیں، لیکن ڈال نہیں سکیں گے... ہم اور کسی کے رعب میں آجائیں۔''

''لیکن آپ پہلے اس خط کو تو پڑھ لیں۔''

''ہاں! کیوں نہیں... ہم خط ضرور پڑھیں گے... آیئے اندر چل کر بیٹھتے ہیں... کاشاک... تم اندر موجود دوسرے ملازمین سے کہو... وہ ان لوگوں کو اندر بٹھا دیں۔''

''ٹھیک ہے ڈیڈ۔''

''میں بھی کچھ کہنا چاہتی ہوں ڈیڈ۔'' کاشاک کے

ساتھ باہر آنے والی لڑکی نے بے تابانہ انداز میں کہا۔

''ہاں بے بی... کہو... تمہیں کس نے روکا ہے۔''

''ان لوگوں کو اندر نہ لے جائیں... ہم خط اندر لے جا کر پڑھ لیتے ہیں۔''

''بھئی واہ... شونی... عقل ہو تو تم جیسی... آپ لوگوں نے سنا... آپ باہر ہی ٹھہریں... صرف وہ خط دے دیں...''

''آپ یہ بات یاد رکھیں... ہم اس کوٹھی کی تلاشی لینے کے لیے آئے ہیں... آپ ہمیں کوٹھی سے باہر نہیں رکھ سکیں گے... آپ کے حق میں بہتر یہی ہے کہ آپ ہمیں اپنے ساتھ اندر لے چلیں۔''

''کیوں کاشاک۔''

''نہیں ڈیڈ! یہ لوگ باہر ہی ٹھہریں گے... صرف ہم اندر جائیں گے۔''

''اچھی بات ہے... آپ نے سن لیا... آپ باہر ہی ٹھہریں گے... ابھی انسپکٹر سلورا یہاں آنے ہی والے ہیں...''

''تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے۔''

''یہ تو وہی بتائیں گے کہ اس سے کیا ہوتا ہے اور کیا نہیں... لیجیے... وہ آہی گئے۔ اب آپ ان سے معاملات طے کرلیں... ہم تو اندر جا رہے ہیں... آپ دونوں جو بات طے کریں گے ہمیں منظور ہوگی... آؤ چلیں۔''

یہ کہتے ہی انہوں نے اندر کا رخ کیا... پھر جونہی وہ اندر داخل ہوئے... گیٹ اندر سے بند ہوگیا...

اسی وقت انسپکٹر سلورا کی جیپ ان کے سامنے آکر رکی... اس نے زوردار انداز میں جیپ کا دروازہ کھولا اور پرغرور انداز میں جیپ سے باہر نکلا... اس کی گردن تنی ہوئی تھی:

''مجھے اطلاع دی گئی ہے... کہ آپ ہمارے معزز ترین شہریوں کو تنگ کر رہے ہیں... آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جاوید بھلوانی... ملک کے خاص آدمی ہیں... بہت بڑی حیثیت کے آدمی ہیں... انہیں تنگ کرنے والوں کو پولیس فوراً گرفتار کرسکتی ہے... لہٰذا آپ لوگ یہاں سے فوراً واپس چلے جائیں... اس صورت میں یہ معاملہ رفع دفع ہوسکتا ہے۔''

''سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''کیا مطلب؟'' سلورا چونکا۔

''ہم جس کام کے لیے آئے ہیں، اسے انجام دے کر ہی جائیں گے۔''

''اور وہ کام کیا ہے۔'' اس نے کہا۔

''ہمیں ایک خط ملا ہے... آپ پہلے اس خط کو پڑھ لیں۔''

''لائیے! پڑھ لیتا ہوں۔'' اس نے بے فکری کے انداز میں کہا۔

انہوں نے خط اسے دے دیا... اس نے جلدی جلدی خط پڑھا اور پھر برا سا منہ بنا کر بولا:

''یہ کسی کا مذاق ہے... بھلوانی صاحب بہت معزز آدمی ہیں... ان سے جلنے والے بھی بہت ہیں... یہ ان میں سے کسی کا کام ہے اور پھر آپ کا اس قسم کے معاملات سے کیا تعلق... اس نامعلوم آدمی نے یہ خط آپ کو کیوں لکھا۔''

''آپ نے جلدی میں میرا نام نہیں پڑھا... خط لکھنے والے نے میرے نام کے ساتھ مجھے مخاطب کیا ہے۔''

اب اس نے پھر خط کی طرف دیکھا... اور شاید پہلی بار انسپکٹر جمشید کے نام پر نظر پڑی... اس نے قدرے

چونک کر کہا:

''آپ... آپ انسپکٹر جمشید ہیں۔''

''ہاں! میں انسپکٹر جمشید ہوں۔''

''میں نے آپ کا بہت نام سنا ہے... لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ میرے علاقے میں دخل اندازی کریں... اگر آپ کو یہاں کے کسی فرد کے بارے میں کوئی خط ملا تھا تو آپ یہاں آنے سے پہلے یہاں کے پولیس اسٹیشن سے رابطہ کرتے۔''

''مجھے ایسا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔'' انسپکٹر جمشید نے بُرا سا منہ بنایا۔

''ہوں... خیر... اب آپ کیا کہتے ہیں۔''

''آپ نے پورا خط پڑھا ہے۔''

''ہاں! بالکل۔''

''اس کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔''

''یہ کسی کا مذاق ہے۔''

''جب کہ ہم اس خط کو مذاق نہیں مانتے، اس کی بنیاد پر اس کمرے کے فرش کو کھدوانا چاہتے ہیں۔''

''اور میں آپ کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں دوں گا

... یہ میرا علاقہ ہے... جس طرح چاہوں گا... اس معاملے کی تفتیش کروں گا۔''

''لیکن ہماری طرف مشکل ایک اور ہے۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''کیا مطلب...''

''ہم اس بات کے پابند نہیں کہ کسی کے علاقے میں جانے سے پہلے وہاں کے انچارج سے بات کریں... ان سے باقاعدہ اجازت لیں... نہیں جناب... بالکل نہیں۔''

''اور آپ پابند کس طرح نہیں ہیں۔''

''آپ بلاوجہ دیر کر رہے ہیں... بہتر ہوگا کہ آپ ہمیں اندر لے چلیں اور ہم جو کرنا چاہتے ہیں، کرنے دیں۔''

''نہیں! یہ نہیں ہوگا۔''

''اچھی بات ہے... تب پھر یہ پڑھ لیں۔''

انہوں نے اپنا خصوصی اجازت نامہ اس کی طرف بڑھا دیا۔

''یہ کیا ہے؟'' اس نے حیران ہو کر کہا۔

''پڑھ کر دیکھ لیں۔''

اس نے اس کاغذ کو حیرت بھری نظروں سے دیکھا اور پھر جلدی جلدی پڑھنے لگا۔ آخر پورا پڑھ لینے کے بعد اس

نے کہا:

''مم... میں معافی چاہتا ہوں... مجھے نہیں معلوم تھا، آپ کے اختیارات اس حد تک ہیں۔''

ان سے یہ بات کہنے کے بعد اس نے بلند آواز میں کہا:

''بھلوانی صاحب!''

''ہاں انسپکٹر... کیا بات ہے؟''

''ان لوگوں کے پاس جو خط ہے... وہ آپ لوگ پڑھ لیں اور انہیں بھی ڈرائنگ روم میں بیٹھنے کی اجازت دیں... یہ عام لوگ نہیں ہیں... ان کے پاس صدر صاحب کی طرف سے خصوصی اجازت نامہ ہے... اس اجازت نامے کی رو سے یہ پورے ملک میں کسی بھی علاقے میں دخل اندازی کر سکتے ہیں... تلاشی لے سکتے ہیں۔''

''یہ... یہ کیسا اجازت نامہ ہے... ہم عدالت میں اس اجازت نامے کو چیلنج کریں گے۔'' اندر سے بھلوانی کی آواز سنائی دی۔

''وہ تو بعد کی بات ہے... اس وقت تو آپ ان کے لیے دروازہ کھلوا دیں، انہیں اندر بٹھائیں اور اس خط کو پڑھ

لیں۔''

''اگر آپ کہتے ہیں تو ایسا کر لیتے ہیں... ورنہ ہم تو ایسا ہرگز نہ کرتے... کاشاک دروازہ کھلوا دو۔''

''ڈیڈ۔'' اس نے گویا احتجاج کیا۔

''تم نے سنا نہیں... ہمارے دوست انسپکٹر سلورا نے کیا بات بتائی ہے۔'' بھلوانی کی ناخوش گوار آواز ابھری۔

''اچھا ڈیڈ۔'' بھنائے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

اور پھر گیٹ کھلتا نظر آیا... ساتھ ہی انسپکٹر جمشید کے لیے ایک اور حیرت کا جھٹکا تیار تھا... ان کے جسم کو جھٹکا لگا تو ان کے ساتھی مارے حیرت کے ان کی طرف گھوم گئے...

☆☆☆☆☆

دوسرا گڑھا

''آپ کو کس بات پر حیرت ہوئی ابا جان۔''

''بھئی یہاں تو ہر طرف حیرت ہی حیرت کے سامان موجود ہیں... بہرحال اس وقت مجھے دروازہ کھولنے والے کو دیکھ کر حیرت ہوئی ہے۔'' وہ مسکرائے۔

''اوہو اچھا۔''

یہ کہتے ہوئے ان کی نظریں بھی اس شخص کی طرف اٹھ گئیں... انہوں نے دیکھا، وہ ایک شریف صورت اور سیدھا سادہ آدمی نظر آ رہا تھا۔

''یہ تو بہت سیدھا سادا سا آدمی نظر آتا ہے۔''

''ہاں! یہی بات ہے... لیکن یہ شخص بہت خطرناک ہے۔''

یہ باتیں انہوں نے سرگوشی میں کی تھی... انہوں نے دیکھا... انسپکٹر سلورا کے قدم دروازے کی

طرف اٹھ چکے ہیں... وہ بھی آگے بڑھے۔ انسپکٹر سلورا کے ماتحت سب کے سب باہر ہی رک گئے تھے۔

''آیئے جناب! اب آپ لوگ کیا سوچ رہے ہیں۔''

وہ آگے بڑھے... گیٹ پر پہنچ کر انہوں نے دروازہ کھولنے والے پر نظریں جماتے ہوئے کہا:

''آپ کا نام۔''

''ضوغیری۔'' اس نے بے فکری کے عالم میں کہا۔

''یہاں کب سے ملازم ہیں۔''

''جب سے پیدا ہوا۔'' وہ ہنسا۔

''کیا مطلب؟'' فاروق کے منہ سے نکل گیا۔

''میرے ماں باپ یہیں ملازم تھے... میں یہیں پیدا ہوا... ہوش سنبھالا تو میں بھی گویا اس گھر کا ملازم تھا۔''

''خوب خوب...'' انسپکٹر جمشید مسکرا دیے۔

دروازے کے ساتھ ہی بائیں طرف ایک بڑا کمرہ نظر آیا... انہیں اس کمرے میں بٹھا دیا گیا... پھر دو منٹ بعد ایک اور ملازم کمرے میں داخل ہوا... اس نے کہا:

''آیئے... صاحب ڈرائنگ روم میں آپ کا انتظار

کر رہے ہیں۔"

وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے پیچھے چلتے ہوئے دوسرے کمرے میں داخل ہوئے ... انہوں نے دیکھا... جاوید بھلوانی ایک آرام کرسی میں نیم دراز تھا... ایسے میں بھی اس کی گردن تنی ہوئی تھی۔

"تشریف رکھیے ... کہاں ہے وہ خط ... مجھے دکھائیے۔" اس نے ناک بھوں چڑھا کر کہا۔

"یہ رہا خط۔" انسپکٹر جمشید نے بھی بُرا سا منہ بنا کر خط اس کی طرف بڑھا دیا۔

اب وہ اطمینان سے بیٹھ گئے اور وہ خط پڑھنے لگا... جیسے جیسے وہ خط پڑھ رہا تھا، اس کے چہرے کا رنگ بدل رہا تھا... آخر خط ختم کر کے اس نے کہا:

"اُف خدا... یہ میں نے کیا پڑھا ہے... اس... اس کا مطلب ہے..." وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"کیا کہنا چاہتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے بغور اس کی طرف دیکھا۔

"ڈیڈ! یہ خط ہمیں بھی دکھائیں نا۔" کاشاک کی آواز ابھری۔

"ہاں! یہ لو... تم بھی پڑھ لو..." اس نے خط ان کی طرف بڑھا دیا۔

"آپ کچھ کہہ رہے تھے۔"

"دس سال پہلے میرا چھوٹا بھائی اچانک غائب ہو گیا تھا... اسے ہر طرف تلاش کیا گیا... لیکن وہ نہ ملا... ہم نے رپورٹ بھی درج کرائی تھی۔ اتفاق سے اس وقت بھی یہاں انسپکٹر سلورا ہی لگے ہوئے تھے... انسپکٹر سلورا... آپ انہیں بتائیں نا۔"

"ہاں! کیوں نہیں... آپ نے رپورٹ درج کرائی تھی... مجھے یاد ہے... ہم نے اختر بھلوانی صاحب کو ہر طرف تلاش کیا تھا... لیکن کامیاب نہیں ہوئے تھے... اور آج تک ان کا کوئی پتا نہیں چلا... آج آپ یہ خط لائے ہیں.."

تت تو... تو کیا یہاں میرا بھائی دفن ہے... نن... نہیں... نہیں۔"

"کیا ان دنوں یہ کوٹھی بن رہی تھی۔"

"کوٹھی تو پہلے سے تھی... لیکن اس کا ڈیزائن پرانا ہو گیا تھا... بس ہم نے اسے نئے سرے سے بنوانے کا فیصلہ کیا تھا۔"

''ہوں... خیر... مطلب یہ کہ ان دنوں یہ کوٹھی بن رہی تھی۔''

''ہاں! یہی بات ہے۔''

''اور انہی دنوں ایک رات آپ کے بھائی غائب ہو گئے۔''

''ہاں! یہی بات ہے... لیکن یہ کام میں نے نہیں کیا تھا... آخر میں کیوں اپنے بھائی کو... اپنے پیارے بھائی کو قتل کرتا... مجھے تو اس سے بہت محبت تھی۔''

''سوال یہ ہے کہ یہ خط کس نے لکھا ہے؟'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''بھلا میں کیا بتا سکتا ہوں۔''

''خیر... پہلے ہم کھدائی کروائیں گے... خط میں اس کمرے کی نشان دہی ہے... ہم پوری کوٹھی کا جائزہ لے کر جان لیں گے... خط میں کس کمرے کا ذکر ہے۔''

''میرے خیال میں تو یہاں کوئی بھی دفن نہیں ہے... یہ خط ضرور کسی کا مذاق ہے...''

''اب جب کہ اس قدر خاص بات معلوم ہو گئی ہے... یہ تو خیر کسی طرح نہیں کہا جا سکتا... آپ خود

سوچیں... اس روز کے بعد سے آج تک آپ کے بھائی کا سراغ کیوں نہیں ملا۔''

''خیر... آپ کھدائی کرانا چاہتے ہیں... کرالیں... مجھے کوئی اعتراض نہیں نہ مجھے کوئی پروا ہے... کیونکہ اپنے بھائی کی گم شدگی میں میرا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔''

''ایک بات اور... اس بستی کے لوگ آپ سے کیوں خوف کھاتے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید بول اٹھے۔

''یہ کس نے کہ دیا آپ سے؟''

''ہم نے ایک راہگیر سے آپ کی کوٹھی کا پتا پوچھا... وہ خوف زدہ ہو گیا اور پتہ بتائے بغیر آگے بڑھ گیا... ایک اور کو روکا... اس نے بھی ایسا ہی کیا۔''

''ان لوگوں کا دماغ خراب ہے... مجھے انہوں نے ہوا بنا دیا ہے... خیر کروں گا ان سے بھی بات۔''

''یہ جو جاگیر آباد ہے... پوری کی پوری آپ کی ہے''

''ہاں! یہ ٹھیک ہے۔''

''اور یہاں جتنے لوگ رہتے ہیں... وہ دراصل آپ کے ملازم ہیں۔''

''یہی بات ہے۔''

"گویا یہاں آپ کا قانون چلتا ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں... قانون یہاں ملک کا ہی چلتا ہے... آپ دیکھ نہیں رہے، اس علاقے کا ایک پولیس اسٹیشن ہے... اور پولیس آپ کے معاملے کو دیکھنے کے لیے آئی ہے۔"

"ہاں! ہم دیکھ رہے ہیں... ابھی اور بھی دیکھیں گے۔"

"مطلب یہ کہ ہم تیل بھی دیکھیں گے اور تیل کی دھار بھی۔" فاروق مسکرایا۔

اس نے فاروق کے جملے پر بُرا سا منہ بنایا:

"لیکن سب سے پہلا گڑھا کھودا جائے گا۔"

"جو آپ کا جی چاہے کریں... اور فی الحال مجھے فارغ کریں... میں تنہائی چاہتا ہوں۔"

"او کے... آیئے انسپکٹر صاحب... اب یہ کھدائی آپ کی موجودگی میں ہوگی... تاکہ آپ گواہ رہیں۔"

"بالکل ٹھیک۔" انسپکٹر سلورا نے فوراً کہا۔

اب انہوں نے خط کی تحریر کے مطابق کمروں کا جائزہ لیا... خط جدید کوٹھی کے مطابق ہی تھا... اس میں پوری

وضاحت کی گئی تھی... لہٰذا انہوں نے فوراً جان لیا کہ کون سا کمرہ ہے... چنانچہ انہوں نے انسپکٹر سلورا سے کہا:

"اس خط کے حساب سے یہ کمرہ بنتا ہے... کھدائی کے لیے آپ اپنے آدمی لگائیں گے یا ہم شہر سے منگائیں۔"

"میرے ماتحت یہ کام کرلیں گے۔" اس نے بُرا سا منہ بنایا۔

وہ مسکرا دیے، پھر فرش کی کھدائی شروع ہوئی... اوپر چونکہ بہت پختہ فرش تھا، اس لیے انہیں کافی زور لگانا پڑا... آخر پختہ فرش کے بعد نرم زمین کی باری آئی اور گڑھا گہرا ہونے لگا... وہ سب گڑھے پر نظریں جمائے کھڑے تھے... ایسے میں انہوں نے قدموں کی آواز سنی... مڑ کر دیکھا تو جاوید بھلوانی اپنی بیوی اور دونوں بچوں کے ساتھ چلا آرہا تھا...

"خیریت ہے..." انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہاں بالکل خیریت ہے... بس ہم وہاں رہ نہ سکے... ہر لمحے یہی خیال آتا رہا کہ دیکھیں گڑھے میں سے کس کی لاش نکلتی ہے... نکلتی بھی ہے یا نہیں... جب زیادہ بے چینی محسوس ہوئی تو یہاں آئے..."

''اچھا کیا... اب سب ایک ساتھ دیکھ لیں گے۔''
خان رحمان مسکرائے۔

سب کی نظریں گڑھے پر جمی تھیں... آخر گڑھا بہت گہرا ہو گیا... لیکن کسی لاش کے دور دور تک آثار نظر نہ آسکے... کھدائی کرنے والوں کے چہروں پر اب شدید تھکن کے آثار تھے... ادھر جاوید بھلوانی اور اس کے بیوی بچوں کے چہروں پر رونق آ گئی تھی... آخر انسپکٹر جمشید نے کہا:

''بس کرو... یہاں کچھ نہیں ہے... یہ ضرور کسی کا مذاق تھا۔''

''اللہ کا شکر ہے... میں قتل کے الزام سے بال بال بچا۔''

''ایک منٹ۔'' ایسے میں فرزانہ بول اٹھی۔

سب کی نظریں اس کی طرف اٹھ گئیں:

''کیا کہنا چاہتی ہو... کوئی نیا شوشہ چھوڑنا ہے کیا۔'' فاروق جل گیا۔

''ہاں کیوں نہیں... نیا شوشہ یہ ہے کہ میں جاننا چاہتی ہوں... ان دس سالوں میں کوٹھی میں کوئی تبدیلی تو نہیں کی گئی۔''

''تبدیلی... کیا مطلب؟''

''آپ نے جب سے یہ کوٹھی بنوائی ہے، یہ جوں کی توں ہے... یا اس میں کوئی تبدیلی کرانا پڑی تھی۔''

''ہاں یاد آیا... پہلے کوٹھی کا دروازہ اس طرف رکھا گیا تھا... لیکن ایک سال بعد دروازہ اس طرف کھلوایا گیا اور پہلا بند کرا دیا گیا۔''

''بہت خوب! یہ ہوئی نا بات۔'' انسپکٹر جمشید نے خوش ہو کر کہا۔

''لیکن جناب بھلا اس سے کیسے فرق پڑ سکتا ہے... خط لکھنے والے کو تو معلوم ہے کہ کس کمرے کے فرش کے نیچے وہ لاش دفن ہے... لہٰذا اس نے اسی کے مطابق لکھا ہے۔''

''ہمیں یہ خط ڈاک میں ملا ہے... اب اگر اس شخص نے یہ کام دس سال پہلے ہوتے دیکھا تھا اور پھر وہ یہاں سے چلا گیا تھا... تب تو اس نے اسی پرانے نقشے کے مطابق کمرے کی نشان دہی کی ہو گی... لہٰذا وہ یہ کمرہ نہیں ہو سکتا... کیونکہ اس وقت کوٹھی کا دروازہ یہ نہیں تھا... بلکہ اس طرف تھا... ہم اس جگہ کھڑے ہو کر خط کے مطابق اس کمرے کے بارے میں اندازہ لگا سکتے ہیں۔'' وہ کہتے چلے گئے۔

انہوں نے سر ہلا دیے ... اور پھر یہی کیا گیا ... اس طرح جو کمرہ بنا، وہ اس کے بالکل مخالف سمت میں تھا... انسپکٹر سلورا نے اب نئے آدمی بلوائے... تا کہ ان بے چاروں کو آرام کرنے کا موقع مل جائے... اب نئے آنے والے نے کھدائی شروع کی... ایک بار پھر وہ سب بے چینی کے عالم میں گڑھے کو گہرا ہوتے دیکھ رہے تھے...

''مارے سسپنس کے سب کا بُرا حال تھا... اور پھر ایک کھدائی کرنے والے کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا:

''نن... نہیں... نہیں۔''

☆☆☆☆☆

سونے کی انگوٹھی

''کک ... کیا ہوا؟'' مارے خوف کے جاوید بھلوانی بول اٹھا۔

''مم... مجھے کھوپڑی نظر آئی ہے۔''

''کھوپڑی۔'' سب کے منہ سے مارے خوف کے نکلا۔ پھر انسپکٹر جمشید نے کہا:

''مہربانی فرما کر سب لوگ گڑھے کے پاس سے ہٹ کر ایک طرف کھڑے ہو جائیں ... اب ہم کدالوں کے ذریعے گڑھا نہیں کھودیں گے... ہاتھوں سے کام لیں گے۔''

وہ مٹی ہٹاتے چلے گئے... یہاں تک کہ پورا ایک انسانی ڈھانچہ ان کے سامنے تھا... وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس ڈھانچے کو دیکھتے رہے...

''اُف مالک!... یہ... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔''

جاوید بھلوانی کی کپکپاتی آواز ابھری۔

''کیا یہ آپ کے بھائی کا ڈھانچہ ہے۔''

''میں کیا کہہ سکتا ہوں... ہڈیوں کے ڈھانچے سے نقوش تو نظر آتے نہیں۔''

''ابا جان! مٹی میں ایک سنہری سی چیز چمک رہی ہے... وہ دیکھیے... اس طرف۔'' فرزانہ کی آواز نہیں انہیں چونکا دیا۔

''فاروق... ذرا اٹھانا وہ کیا چیز ہے۔'' محمود نے کہا

۔

''مم... میں... یعنی اس ڈھانچے کے پاس سے کوئی چیز اٹھاؤں... مذاق نہ کرو بھائی۔'' فاروق گھبرا گیا۔

''یہ مردہ ڈھانچہ ہے... حیرت ہے... تم اس سے ڈر رہے ہو۔''

''اگر تم اتنے بہادر ہو تو خود کیوں نہیں اٹھا لیتے۔''

''مم... میں... ہاں الحمد للہ! میں بہادر ہوں... یہ دیکھو... میں گڑھے میں اتر رہا ہوں۔'' محمود نے جلدی سے کہا... لیکن گڑھے کے کنارے سے نہیں ہلا۔

''اب کھڑے کیوں ہو... جاتے کیوں نہیں گڑھے

میں۔''

''فرزانہ کے خیال سے رک گیا... اس بے چاری کو تو اس طرح بہادری دکھانے کا موقع ملے گا نہیں۔'' محمود نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''واہ... واہ... یہ ہے بہادری دکھانے کا طریقہ...'' فرزانہ مسکرائی اور پھر گڑھے میں اتر گئی... وہ باہر آئی تو اس کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی۔

''سونے کی انگوٹھی... کیا آپ کے بھائی سونے کی انگوٹھی پہنتے تھے۔''

''س... سونے کی انگوٹھی... ذرا دکھائیے تو۔''

جاوید بھلوانی لرز گیا۔

اب اس نے انگوٹھی ہاتھ میں لے لی اور اس کو بغور دیکھنے لگا۔ پھر مارے خوف کے اس کے منہ سے نکلا:

''نن... نہیں... نہیں۔''

''کیا کہنا چاہتے ہیں۔''

''میرے چھوٹے بھائی اختر بھلوانی سونے کی انگوٹھی پہنتے تھے...''

''اوہ!'' ان سب کے منہ سے نکلا۔

''اور کیا یہ انگوٹھی انہی کی ہے۔''

''ہاں!'' اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

''تب یہ ڈھانچہ آپ کے بھائی کا ہے... اور دس سال پہلے انہیں قتل کیا گیا تھا۔ قتل کر کے اس کمرے کے فرش کے نیچے انہیں دفن کر دیا گیا... اس روز کمرے کا فرش ابھی ڈالا نہیں گیا ہوگا... گڑھا کھود کر لاش اس میں دبا دی گئی اوپر مٹی اور مٹی کے بعد کنکریٹ ڈال دی گئی... جس کے اوپر فرش لگنا تھا... ان حالات میں آپ کے بھائی کسی کو ملتے تبھی تو کیسے... ان کا تو سراغ تک مٹا دیا گیا تھا... افسوس... اس وقت کسی نے نئے سرے سے بننے والی اس کوٹھی کی طرف دھیان نہ دیا... پولیس آفیسر نے غالباً کوئی کوشش نہیں کی... اس نے سوچا ہوگا... آپ کے بھائی جان بوجھ کر کہیں چلے گئے ہیں... شاید لڑ کر یا ناراض ہو کر... اور جب ان کا غصہ ٹھنڈا ہوگا تو وہ واپس لوٹ آئیں گے... لہٰذا انہیں تلاش کرنے کی بھلا کیا ضرورت ہے... اس طرح تفتیش کی گاڑی آگے نہ بڑھ سکی اور آپ کے بھائی کا معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا... لیکن اب دس سال بعد کسی کو ان کا خیال آ گیا... ظاہر ہے... قاتل کی اس کام میں کسی نے مدد کی ہوگی... یہ سارا کام وہ

اکیلا نہیں کر سکتا تھا... اب جس سے اس نے مدد لی ہوگی... اسے کچھ رقم دی ہوگی... قاتل کا وہ مددگار اس وقت تو اس راز کو پی گیا... لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ معاملہ اس کے بس سے باہر ہو گیا اور آخر دس سال بعد وہ یہ راز اگلنے پر مجبور ہو گیا... اب ظاہر ہے... یہ ظاہر کر کے اس نے خود بھی بہت بڑا خطرہ مول لیا ہے... قاتل فوراً اس کا رخ کرے گا... پھر بھی اس نے جرأت کا مظاہرہ کیا اور راز کھول دیا... اس انگوٹھی نے یہ بات ثابت کر دی کہ ڈھانچہ آپ کے بھائی کا ہے... اب ہمیں ڈھانچے کے آس پاس مٹی کا جائزہ لینا ہوگا... پہلے ڈھانچے کو احتیاط سے باہر نکالا جائے... پھر کدالوں سے مٹی نکالی جائے اور اس مٹی کی تلاشی ہم خود لیں گے۔'' یہاں تک کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے۔

''مٹی کی تلاشی... یہ کیا کہا آپ نے۔'' فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

''بھئی میرا مطلب ہے... مٹی کو چھاننا ہوگا... اس میں سے بھی تو کچھ چیزیں ملنے کا امکان ہے۔''

''اوہ ہاں۔''

آخر یہ کام شروع کیا گیا... دو گھنٹے بعد وہ مٹی کو

چھان چکے تھے اور اب ان کے سامنے کچھ چیزیں موجود تھیں... ان میں ایک تو تمباکو پینے کا پائپ تھا... اور کانوں میں پہننے والا ایک کانٹا تھا... اس میں نگ لگے ہوئے تھے... یہ کانٹا بھی سونے کا تھا... چائے کا ایک کپ تھا... اور وہ کپ بہت خوب تھا... ان چیزوں کا بغور جائزہ لینے کے بعد انسپکٹر جمشید نے کہا:

''کیا آپ ان چیزوں کو پہچانتے ہیں... کیا آپ پائپ پینے کے عادی ہیں۔''

''نہیں! میں ان چیزوں کو نہیں پہچانتا... اور میں پائپ سے تمباکو بھی نہیں پیتا... البتہ سگریٹ پینے کا بہت شوقین ہوں۔''

''اوہ اچھا... خیر... اور یہ کپ... سونے کا یہ کانٹا... اس میں کافی قیمتی نگ لگے ہوئے ہیں، کیوں خان رحمان۔''

''ہاں جمشید... یہ ننھے منے ہیرے ہیں۔''

''اور اس گڑھے میں گرا دیے گئے ہیں... ہے نا حیرت کی بات خان رحمان۔'' وہ مسکرائے۔

''اگر تم کہتے ہو تو میں بھی حیران ہو جاتا ہوں۔''

خان رحمان نے بے چارگی کے عالم میں بولے۔

''آپ ان چیزوں کے بارے میں کوئی وضاحت کریں گے۔''

''میرا ان چیزوں سے دور کا بھی تعلق نہیں۔''

''ہوں... ہم آپ کی کوٹھی کی تلاشی لینا چاہتے ہیں... دس سال پہلے یہاں بہر حال ایک قتل ہوا تھا... اور قتل آپ کے چھوٹے بھائی کو کیا گیا تھا... یہ جاگیر آباد تمام کی تمام غالباً آپ کو اپنے والد کی طرف سے ملی ہے... یہی بات ہے نا۔''

''ہاں! یہی بات ہے... لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں نے ساری جائیداد اپنے قبضے میں کرنے کے لیے اپنے بھائی کو ٹھکانے لگا دیا... جی نہیں... آپ غلط سوچ رہے ہیں۔''

''جب کوئی جرم ہو جاتا ہے تو ہمیں اس کا ہر پہلو سے جائزہ لینا پڑتا ہے... کیس سے متعلق ہر شخص کو شک کی نظر سے دیکھنا پڑتا ہے... اور آپ پر شک کرنے کی تو بہت زیادہ مضبوط وجہ ہے... ہاں تو تلاشی دینے کے بارے میں کیا خیال ہے۔''

اس نے سوالیہ انداز میں انسپکٹر سلورا کی طرف دیکھا:

''اگر آپ تلاشی دینے سے انکار کریں گے تو یہ وارنٹ لے آئیں گے... اس صورت میں بھی تو تلاشی دینا ہوگی... لہٰذا میں تو کہتا ہوں... ان کے ساتھ پورا پورا تعاون کریں... اسی میں آپ کی بہتری ہے...'' انسپکٹر سلورا نے جلدی جلدی کہا۔

''انسپکٹر صاحب کا مشورہ بہت اچھا ہے۔''

''اچھی بات ہے... آپ تلاشی لے لیں۔''

انہوں نے اپنے انداز میں کوٹھی کی تلاشی شروع کی... ایسے میں فرزانہ کو کچھ خیال آیا... وہ جاوید بھلوانی کی طرف مڑی:

''آپ کے بھائی کون سی تاریخ کو غائب ہوئے تھے۔''

''تاریخ تو اب مجھے یاد نہیں... تاہم انسپکٹر سلورا تھانے کا ریکارڈ دیکھ کر بتا سکتے ہیں کیونکہ وہاں رپورٹ درج ہے۔''

''ٹھیک ہے... ہم ان سے تاریخ معلوم کرلیں

گے... انسپکٹر صاحب... کیا اس وقت یہاں آپ ہی تعینات تھے۔''

''ہاں جی۔'' انسپکٹر نے فوراً کہا۔

''آپ نے ان کے بھائی کی تلاش کے سلسلے میں کیا کچھ کیا تھا۔''

''کوئی خاص کام نہیں کرسکا تھا... دراصل میرا خیال تھا... ان کے بھائی ناراض ہوکر کہیں چلے گئے ہیں... وہ بہت غصے والے تھے... خود ان کا بھی یہی خیال تھا... رپورٹ تو انہوں نے احتیاطاً لکھوائی تھی...''

''اچھا خیر... اب ہم آگئے ہیں تو دیکھ ہی لیں گے... دس سال پرانا کیس نئے سرے سے زندہ ہوگیا ہے... ویسے مجھے اس میں کوئی شک نہیں رہا کہ آپ کے بھائی کو قتل کیا گیا تھا اور یہ انہی کا ڈھانچہ ہے۔''

''اللہ اپنا رحم فرمائے۔''

تلاشی کا کام جاری رہا... اس دوران انہیں تصاویر کا ایک البم ملا... انہوں نے ان تصاویر کو بغور دیکھا... ان میں جاوید بھلوانی کے بھائی کی بھی تصاویر تھیں۔ انہوں نے دیکھا... وہ ایک خوب صورت اور ہنس مکھ

سا نوجوان تھا... اس البم میں جاوید بھلوانی کی جو تصاویر تھیں... ان میں سے اکثر میں وہ سگریٹ پیتا نظر آرہا تھا ... گویا وہ سگریٹ کا بہت شوقین تھا... ایک الماری سے چند پرانی ڈائریاں بھی ملیں ... ان میں سے ایک ڈائری اختر بھلوانی کی تھی... اور مزے کی بات یہ تھی کہ دس سال پرانی ... اب تو وہ سب اس پر جھک گئے اور جلدی جلدی اس کی ورق گردانی کرنے لگے... اختر نے جگہ جگہ اپنے بھائی کا ذکر کیا تھا... بھائی سے محبت کا ذکر کیا تھا... اس کے اچھے سلوک کا ذکر کیا تھا... گویا یہ دونوں بھائی ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے... ایک دوسرے سے بہت اچھا سلوک کرتے تھے... ان میں کوئی اختلاف نہیں تھا... پوری ڈائری میں اسی قسم کی باتیں لکھی تھیں... یہ سب پڑھ کر وہ مایوس سے ہو گئے ... ان کا خیال تھا... ڈائری سے انہیں بہت کچھ مدد ملے گی... لیکن ایسا نہیں ہوا...

آخر انہوں نے تلاشی کا کام ختم کر دیا... وہاں سے کچھ بھی نہیں ملا تھا... ملتا بھی کیسے... واقعہ تو دس سال پرانا تھا... اب انہوں نے جاوید بھلوانی سے کہا:

’’اب ہم چلیں گے... ہمیں جاگیر آباد میں گھوم پھر

کر اُس قاتل کو تلاش کرنا ہوگا... ہمیں افسوس ہے... آپ کو ہماری وجہ سے زحمت ہوئی۔

’’کوئی بات نہیں۔‘‘

’’آپ جا رہے ہیں... لیکن ...‘‘ کاشاک کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

’’لیکن کیا؟‘‘ محمود اس کی طرف مڑا۔

’’لیکن یہ سنتے جائیں... آپ کی اس وقت تک کی مکمل نقل و حرکت کی فلم تیار ہو چکی ہے۔‘‘ اس نے بتایا۔

’’اوہو اچھا۔‘‘

’’جی ہاں! اب ہماری کوٹھی میں تمام تر جدید انتظامات ہیں... آپ جب یہاں آئے اور کوٹھی کے باہر ٹھہرے تھے... اس وقت کی بھی فلم بن چکی ہے۔‘‘

’’خوب خوب! آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔‘‘

’’یہ کہ ہم لوگ باخبر ہیں ... اور یہ خط دراصل ہمارے خلاف ایک سازش ہے اور ہم اپنے آلات کے ذریعے اس سازش کو ناکام بنا دیں گے۔‘‘

’’اگر ایسا ہوا تو مجھے خوشی ہوگی... ہم زبردستی آپ کو مجرم ثابت نہیں کرنا چاہتے ہیں... ‘‘ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جاوید بھلوانی صاحب... آپ کے والد کا نام کیا تھا۔" فاروق کے منہ سے نکل گیا۔

وہ بہت زور سے اچھلا... اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا... شاید اسے اس سوال کی کوئی امید نہیں تھی... اور ادھر انہیں یہ امید نہیں تھی کہ اس سوال پر وہ اس حد تک خوف زدہ ہو جائے گا:

☆☆☆☆☆

البم

اب وہ ایک دوسرے کی طرف حیرت زدہ انداز میں دیکھ رہے تھے:

"آپ یہ سوال سن کر چونک کیوں اٹھے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں۔" جاوید بھلوانی مسکرایا... اب تک وہ خود پر قابو پا چکا تھا۔

"تب پھر بتائیں... آپ کے والد کا کیا نام ہے۔"

"شابان بھلوانی۔"

"کیا!!!" اس مرتبہ انسپکٹر جمشید چلائے تھے... ان کی آنکھوں میں اور زیادہ حیرت نظر آئی۔

"اب آپ کو کیا ہوا۔"

"شابان بھلوانی ایک مشہور معروف جرائم پیشہ تھا... لیکن پھر وہ پولیس سے مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا... اس وقت کسی کو معلوم نہیں تھا کہ اس کی اولاد بھی ہے... نہ پولیس کو

ئی ایسی بات معلوم کر سکی ... بہر حال یہ جان کر حیرت ہوئی ... اب سوال یہ ہے کہ اس نے یہ اتنی بڑی جاگیر کس طرح بنا لی۔"

"یہ جاگیر اس نے نہیں میں نے بنائی ہے..."

"اور اتنی لمبی چوڑی جاگیر خریدنے کے لیے آپ کے پاس دولت کہاں سے آئی۔"

"میری والدہ ایک شاہی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں... ان کے پاس بہت سے ہیرے جواہرات تھے... میرے باپ نے میری ماں کو اغوا کرلیا تھا اور پھر ان سے شادی کرلی تھی... لیکن ایک دن وہ پولیس کے ہاتھوں مارا گیا... اس طرح میری ماں آخر آزاد ہوگئی... میرا بھائی اس وقت اس کی گود میں تھا... میں بڑا تھا۔ وہ ہمیں لے کر کسی سمت میں نکل گئی... سونے کے زیورات بھی بہت تھے... میں نے ہوش سنبھالا تو آہستہ آہستہ میری والدہ نے ان زیورات کو فروخت کرنا شروع کیا اور ہم نے یہاں جگہ خرید لی... پھر خریدتے چلے گئے... اس طرح وہ جواہرات بھی میرے کام آئے... لہٰذا یہ دولت میرے باپ کی نہیں تھی... جس سے میں نے یہ جاگیر خریدی... ماں کے مرنے کے بعد ہم نے

جائیداد میں اضافہ شروع کردیا... ایک دن میرا بھائی غائب ہوگیا۔" یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہوگیا۔

"اگر یہ باتیں ثابت ہوجائیں... تو ہم یہ بات مان لیں گے کہ یہ جاگیر آپ کی والدہ کے جواہرات سے خریدی گئی تھی... اور لوٹ مار کی نہیں تھی... لیکن سوال یہ ہے کہ آپ اس بات کو ثابت کس طرح کریں گے۔"

"میرے پاس ثبوت ہیں... میری ماں کی تصاویر جو شاہی لباس میں ہیں... اس جوہری کی اولاد زندہ ہے... جوہری کی اولاد میں والدہ کو اچھی طرح پہچانتی ہے... اس کے ساتھ میں بھی ان کے پاس جایا کرتا تھا۔"

"تب یہ ثبوت مضبوط ہے... اگر آپ ثابت کردیں۔"

"میں تصاویر دکھا سکتا ہوں۔"

"چلیے آپ تصاویر تو دکھائیں۔"

"میں اس زمانے کی البم نکال کر لاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا... انسپکٹر جمشید انسپکٹر سلورا کی طرف مڑے:

"آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے۔"

''میں شدید الجھن کا شکار ہوں... بھلوانی صاحب کی کہانی عجیب سی ہے...'' انسپکٹر سلورا نے کندھے اچکائے۔

''میرا خیال ہے... اس کیس کی تفتیش کے لیے ہمیں جاگیر آباد کی سیر کرنا ہوگی۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''آخر یہاں کے لوگ جاوید بھلوانی سے خوف زدہ کیوں رہتے ہیں۔''

''یہ بہت سخت مزاج ہیں... پھر ساری جاگیر آباد انہوں نے خریدی ہوئی ہے... اب جو لوگ ان کی زمینوں پر کام کرتے ہیں... وہ ان کی سخت مزاجی کی وجہ سے خوف زدہ تو رہیں گے۔''

''لیکن ایسا بھی کیا خوف... ہم نے صرف کوٹھی کا راستہ پوچھا... اور وہ ایسے بھاگ کھڑے ہوئے جیسے موت کو دیکھ لیا ہو۔''

''یہ ان کی کمزور ذہنیت ہے... بہر حال آپ کو تو اجازت نامے کی رو سے اختیار حاصل ہے... اس کیس کے سلسلے میں جو کرنا چاہیں، کریں۔''

''ہم تو سب سے پہلے اس پرانے البم کو دیکھنا چاہتے ہیں...''

جلد ہی جاوید بھلوانی واپس لوٹ آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بہت پرانی اور بوسیدہ سی البم تھی۔

''یہ ہے وہ البم... یہ میرے پاس ایک بہت بڑا ثبوت ہے۔''

اب وہ البم دیکھنے لگے... اس میں واقعی شاہی انداز کی تصاویر نظر آئیں۔ پرانے زمانے کے لباس اور زیورات نظر آئے... ایک خوب صورت خاتون زیورات سے لدی پھدی نظر آئی... اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بھلوانی نے کہا:

''یہ ہے... میری ماں کی تصویر... آپ دیکھ سکتے ہیں... کتنے زیورات ہیں اس کے بدن پر... اور کتنے اس کے پاس مزید رہے ہوں گے۔''

''اس میں شک نہیں... یہ تصویر پرانے زمانے کی ہے... اس زمانے میں ایسے ہی لباس اور زیورات ہوتے تھے... لہٰذا ہمیں یہ بات مان لینے میں جھجک نہیں کہ آپ کی والدہ کسی شاہی خاندان کی عورت تھیں... ان کے پاس بے تحاشہ زیورات تھے... اور یہ کہانی بھی درست ہوگی کہ آپ کی والدہ کو آپ کے والد اغوا کر کے لے آئے ہوں گے... وہ

ایک جرائم پیشہ تھے... اور جرم کی دنیا میں رہتے ہوئے پولیس
مقابلے میں مارے گئے۔ آپ کی والدہ آپ دونوں بھائیوں
کو لے کر کہیں نکل گئیں... اور جب آپ بڑے ہوئے، تب
انہوں نے اپنے زیورات اور جواہرات وغیرہ آپ کو
دیے... اُن کی مدد سے آپ یہ جاگیر خریدنے کے قابل
ہوئے... یہ ساری ہی باتیں تسلیم ... لیکن ہمارا مسئلہ آپ کے
بھائی کی لاش کا ہے... جو دس سال پہلے گم ہو گئے تھے... اور
آج آپ کی کوٹھی کے ایک کمرے کے فرش کے نیچے سے ان کا
ڈھانچہ برآمد ہوا ہے... ہمارا سوال تو یہ ہے کہ آپ کے بھائی
کو کس نے قتل کیا... کیونکہ دور دور تک کوئی وجہ قتل کی نظر نہیں
آرہی... وجہ ہے تو صرف آپ کے پاس... یعنی پوری جاگیر
کا مالک بن جانا۔''

''آپ مجھ پر جرم ثابت کر دیں... میں اور کیا کہہ سکتا
ہوں۔'' اس نے کندھے اچکائے۔

''اچھی بات ہے... ہم ذرا جاگیر کا چکر لگا کر آتے
ہیں... ویسے جاگیر کے لوگ آپ سے اس قدر خوف زدہ
کیوں ہیں۔''

''میں سخت مزاج ہوں... یہ سب میرے ملازم

ہیں... یہ ساری جگہ میں نے خریدی ہے... بس اس بنیاد پر یہ
لوگ مجھے پسند نہیں کرتے...''

''تو آپ کو چاہیے تھا نا کہ سخت مزاجی کو ختم کر دیتے
اور نرم مزاج بن جاتے۔ اس طرح یہ سب لوگ آپ کو پسند
کرنے لگتے... آپ سے محبت کرنے لگتے۔''

''نہیں... ایسا پھر بھی نہ ہوتا۔''

''کیا مطلب؟''

''دراصل یہ سب بھی یہی یہ سمجھتے ہیں۔'' اس نے
پریشانی کے عالم میں کہا۔

''کیا سمجھتے ہیں۔''

''یہ کہ اپنے بھائی کو میں نے ہی قتل کیا ہے... آپ کو
خط بھی ان میں سے کسی نے ہی لکھا ہوگا۔''

''ہاں! اس بات کا امکان ہے... اسی لیے ہم جاگیر
میں گھوم پھر کر جائزہ لینا چاہتے ہیں... اور آپ کو خبردار کرتے
ہیں کہ فرار ہونے کی کوشش نہیں کریں گے۔''

''نہیں... بھلا میں کیوں فرار ہوں گا... جب کہ میں
نے یہ جرم نہیں کیا۔''

''اچھی بات ہے۔''

اور پھر وہ باہر نکل آئے... انسپکٹر سلور وہیں رک
گیا تھا... اس نے ان کے ساتھ آنے کی کوئی کوشش نہیں کی
... شاید وہ ان کی عدم موجودگی میں جاوید بھلوانی سے بات
چیت کرنا چاہتا تھا...

وہ کوٹھی سے باہر نکلے تو آس پاس کوئی نہیں تھا...
شاید اس کوٹھی کے پاس کوئی بھی آنا نہیں چاہتا تھا... کافی دور
جا کر انہیں لوگ نظر آنے لگے۔ ان سب کے گھر کچے پکے اور
معمولی قسم کے نظر آئے... ان کے جسموں سے لباس اور چال
ڈھال سے غربت ٹپک رہی تھی... انہوں نے اپنی گاڑی روکی
تو وہ ان کے گرد جمع ہو گئے... انسپکٹر جمشید باقی لوگوں کے
ساتھ نیچے اتر آئے... انہوں نے ان سب سے نہایت گرم
جوشی سے ہاتھ ملائے... ان کا حال پوچھا... وہ کیا بتاتے...
غربت اور تنگی خود ہی پکار پکار کر ان کا حال بیان کر رہی تھی:

"آپ لوگ بہت غربت کی زندگی گزار رہے ہیں...
یہی بات ہے نا۔"

"جی... جی ہاں... لیکن ہمیں بھلوانی صاحب سے
کوئی شکایت نہیں۔" ایک نے خوف کے عالم میں کہا۔

"جب ہم اس بستی میں داخل ہوئے تھے... تو اس

وقت ہم نے جاوید بھلوانی کی کوٹھی کا راستہ پوچھا تھا... آپ
لوگوں نے راستہ تک نہیں بتایا تھا اور خوف کے عالم میں ہم
سے دور چلے گئے تھے..."

"یہاں ہر کوئی بھلوانی صاحب سے ڈرتا ہے... ان
سے ملنے والوں سے بھی ڈرتا ہے... کیونکہ اگر کوئی ان سے
ہماری شکایت لگا دیتا ہے تو وہ ہماری کھال ادھیڑ دیتے ہیں۔"

"آخر کیوں... ایسا کیوں ہے۔"

"وہ اس ساری جاگیر کے مالک ہیں آخر۔" ایک اور
بولا۔

"اور انہوں نے یہ ساری جاگیر خریدی تھی... کیا
آپ لوگوں سے خریدی تھی... میرا مطلب ہے... آپ سے
یا آپ کے بڑوں سے۔"

"جی ہاں! یہی بات ہے۔"

"تب پھر آپ لوگ اپنی جگہ... اپنے گھر بیچ کر
یہاں سے چلے کیوں نہیں گئے تھے۔"

"اس وقت انہوں نے کہا تھا... سب لوگ یہیں
رہو... بس تم میرے لیے کام کیا کرنا... میں تمہیں ہر طرح کی
آسانیاں دوں گا... ہم سب ان کے الفاظ میں

آ گئے... یہیں ٹھہر گئے...‘‘

’’سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ لوگوں نے اپنے مکانات کیوں فروخت کیے... آپ نہ بیچتے۔‘‘

وہ لگے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے... جیسے کہہ رہے ہوں... اب ہم اس سوال کا کیا جواب دیں:

’’آپ ڈریں نہ... ہم بھلوانی کو نہیں بتائیں گے کہ آپ نے ہمیں کیا بتایا ہے۔‘‘

’’بس یوں سمجھ لیں... انہوں نے ہمارے مکانات اور زمین زبردستی خریدی تھی۔‘‘

’’آخر کیسے...‘‘

’’انہوں نے کہا تھا... آپ یہ سب مکانات اور زمین فروخت کر دیں... میں یہاں سب کے لیے نئی کالونی بناؤں گا... اس پوری کالونی میں آپ لوگ ہی رہا کریں گے ... میں تو بس بہت ہی معمولی سا کرایہ لیا کروں گا... آپ کو یہاں سے کوئی نہیں نکالے گا... تحریر لکھ کر دی جائے گی... بس ہم جال میں آ گئے... جب انہوں نے سب کچھ خرید لیا تو کوئی وعدہ پورا نہ کیا اور اب ہم انہی گھروں میں ان کے کرائے دار بھی ہیں... اور اپنی زمینوں پر کام کرتے

ہیں... لیکن فائدہ سب کا سب وہ اٹھاتے ہیں... ہمیں تو مشکل سے دو وقت کی روٹی ملتی ہے...‘‘

’’اور وہ رقم... جو مکان فروخت کرنے کی صورت میں آپ لوگوں کو ملی تھی۔‘‘

’’وہ تھی ہی کتنی... وہ بھی انہوں نے ہم سے واپس لے لی تھی۔ بطور امانت ان کے پاس رہے گی... اس رقم کے بارے میں تو خیر وہ اب بھی کہتے ہیں کہ جو رقم لینا چاہے... لے سکتا ہے... جو جانا چاہے جا سکتا ہے... بس ہم ہی نہیں جاتے... جائیں گے بھی کہاں، اتنی مدت پہلے معمولی سی رقم کے بدلے ہم نے اپنا سب کچھ بیچ دیا... وہ رقم اب اس دور میں کیا کام آئے گی... اس طرح ہم تو ان کے غلام بن کر رہ گئے ہیں۔‘‘ یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا... اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے... اس کے ساتھ باقی لوگوں کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے... آخر انسپکٹر جمشید نے کہا:

’’تم لوگوں کے ساتھ بہت ظلم ہوا ہے... لیکن لگتا ہے، اس نے قانون کے تقاضے سارے پورے کیے ہوں گے ... خیر... ہم دیکھیں گے۔‘‘

’’اگر آپ نے یہ تمام باتیں اس سے کہیں تو وہ ہمارا

جینا حرام کر دیں گے...''

''اچھا پہلے تو یہ بتائیں... جب اس منع کر رکھا ہے تو آپ لوگوں نے یہ ساری باتیں بتائی کیوں؟''

''اس کی وجہ ہے... ہم لوگوں کو معلوم ہو گیا ہے ،آپ کون ہیں۔'' ایک نے کہا۔

''اور یہ بات کیسے معلوم ہوئی...''

''ہم میں سے چند ایک کو وہ سامان کی خرید و فروخت کے لیے شہر بھیجتا رہتا ہے... ان میں سے ایک نے آپ کو پہچان لیا... شہر میں اس نے کسی کو کہتے سنا تھا... وہ دیکھو... انسپکٹر جمشید جا رہے ہیں... پھر وہ آپ کے بارے میں باتیں کرنے لگے اور ہمارا ساتھی سنتا رہا... بس اس دن اس نے آپ کو بہت اچھی طرح دیکھ لیا تھا... اب یہاں دیکھ کر وہ چونک اٹھا۔''

''اور وہ کون ہے... سامنے آئے نا ذرا۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

ان میں سے ایک نوجوان نکل کر ان کے سامنے آ گیا... ایسے میں ان سب کے چہروں پر خوف پھیل گیا:

☆☆☆☆☆

پائپ پینے والا

اس تبدیلی کو انہوں نے بھی فوراً محسوس کر لیا... چنانچہ مڑ کر دیکھا... جاوید بھلوانی اپنے ملازمین کی فوج کے ساتھ چلا آ رہا تھا... پھر نزدیک آتے ہی وہ بولا:

''میں تو ایسے ہی چلا آیا تھا کہ کہیں یہ لوگ آپ کے ساتھ بدتمیزی نہ کریں... یہ ذرا ان پڑھ قسم کے لوگ ہیں۔''

''آیئے آیئے... آخر یہ آپ کی جاگیر ہے... آپ کے آنے پر بھلا کوئی کیوں اعتراض کرنے لگا۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''شکریہ! آپ ان سے اپنی بات چیت جاری رکھیں ''

''شکریہ! انہوں نے کہا اور پھر ان کی طرف مڑے۔

''ہاں تو ہم کیا بات کر رہے تھے۔''

''آپ... آپ کہہ رہے تھے... آخر وہ کون

ہے... جس نے اختر بھلوانی صاحب کو قتل کیا ہے... بھلا ہم
اس بارے میں کیا بتا سکتے ہیں...'' وہ نوجوان بولا... جوان
کے درمیان سے نکل کر آ گیا تھا۔

''خوب خوب! یہ راز ہم بہت جلد معلوم کر لیں گے
... آپ لوگوں سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں... امید ہے
... خوب غور کر کے جواب دیں گے... سوال یہ ہے... کیا
اختر بھلوانی پائپ میں تمباکو پیتے تھے۔''

''پائپ میں تمباکو... کیا مطلب؟'' بہت سی
آوازیں ابھریں۔

''ہاں! پائپ میں تمباکو... سگریٹ پیتے تو آپ نے
لوگوں کو عام دیکھا ہوگا... اسی کی ایک قسم ہے پائپ... اس
میں ایک نلکی لگی ہوتی ہے، تمباکو کے لیے پیالی بنی ہوتی ہے۔
پینے کے لیے تمباکو کو سلگایا جاتا ہے... پائپ پینے والا پائپ کی
نلکی سے تمباکو کا دھواں سانس کے ذریعے اندر کھینچتا ہے... یہ
ہے پائپ کے ذریعے تمباکو پینا... آپ نے یہاں کسی کو اس
طرح تمباکو پیتے دیکھا ہے۔''

وہ سب سوچ میں ڈوب گئے... آخر ایک ادھیڑ
عمر آدمی نے کہا:

''میرا خیال ہے... اس جاگیر میں کوئی ایک آدمی
ایسا تھا... جو پائپ پیتا تھا... لیکن مدت ہوئی وہ یہاں نظر
نہیں آیا۔''

''آپ کا مطلب ہے... دس سال پہلے کوئی شخص
یہاں ایسا تھا۔'' انسپکٹر جمشید نے جلدی سے کہا۔

''ہاں! میں یہی کہنا چاہتا ہوں۔''

''آپ اس کا حلیہ بتا سکتے ہیں۔''

نوجوان نے ایک نظر جاوید بھلوانی پر ڈالی پھر
کہنے لگا:

''اس کا حلیہ... وہ درمیانے سے قد کا آدمی تھا...
جسم موٹاپے کا شکار تھا... ناک پھولی ہوئی... آنکھیں چھوٹی
چھوٹی اندر کو دھنسی ہوئی... چہرہ گول مٹول سا تھا...'' یہاں
تک کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

''کیا تم نے یہ حلیہ نوٹ کر لیا ہے محمود۔''

''جی ہاں!''

''ٹھیک ہے... شکریہ نوجوان! آپ نے ہمیں بہت
کام کی باتیں بتائی ہیں... ان شاء اللہ اب ہم اس کیس میں
بہت جلد آگے بڑھیں گے۔''

''اچھا انسپکٹر صاحب... میں تو چلا... آپ اپنا کام کریں۔'' جاوید بھلوانی نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

اور وہ اپنے ملازمین کے ساتھ جانے کے لیے مڑ گیا... وہ انہیں جاتے ہوئے دیکھتے رہے... جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا، تب انسپکٹر جمشید بولے:

''ہاں تو نوجوان اب بتاؤ درست بات کیا ہے... اور آپ کا نام کیا ہے۔''

''درست بات ہی تو آپ کو بتائی ہے میرا نام راجہ ساہو ہے۔'' وہ اداس انداز میں مسکرایا۔

''کیا واقعی۔''

''جی ہاں... بالکل درست۔''

اور پھر وہ جانے کے لیے مڑ گیا... ایسے میں کسی نے چپکے سے ایک کاغذ فرزانہ کے ہاتھ میں تھما دیا... فرزانہ نے اپنی جگہ سے ذرا بھی حرکت نہ کی... اب وہ سمجھنے لگے تھے کہ بات کیا ہے... ان لوگوں کی زبانوں پر تو تالے لگا دیے گئے تھے... یہ کچھ بھی نہیں بتا سکتے تھے... جاوید بھلوانی اسی لیے وہاں آیا تھا کہ انہیں یاد کرا دے... اگر کسی نے زبان

کھولی تو اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔

فرزانہ اگرچہ وہ چٹ پڑھنے کے لیے بے تاب تھی... لیکن اس نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی... تاہم وہ بولی:

''میرا خیال ہے ابا جان... جو حلیہ ان صاحب نے بتایا ہے... اس حلیے کے آدمی کو ہم اپنے ریکارڈ میں دیکھ سکتے ہیں... اور یہ کام انکل اکرام کر دکھائیں گے... آپ بس انہیں اس کا حلیہ لکھوا دیں۔''

''مشورہ ٹھیک ہے... اور میں بھی تھکن محسوس کر رہا ہوں... کیوں نہ آج ہم اپنا کام یہیں پر روک دیں اور کل سے پھر شروع کریں۔''

''یہ بہت مناسب رہے گا۔ آؤ چلیں۔''

وہ گاڑی میں بیٹھ گئے اور اس کا رخ شہر کی طرف پھیر دیا:

''کیا ہم اس کیس سے منہ موڑ رہے ہیں ابا جان؟''

ایسے میں محمود نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

''ایسی بات نہیں ہے... ہم یہاں بہت جلد پھر آئیں گے... شہر جانے کی ضرورت واقعی محسوس ہو رہی ہے... اس

کیس کا تعلق بہر حال شہر سے بھی نکلے گا... جب تک ہمیں
پائپ پینے والا نہیں مل جاتا، اس وقت تک یہ کیس حل نہیں ہو گا
... ''انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''اور جمشید... تم خط لکھنے والے کو بھول رہے ہو۔''

''خط... خط تو انہی میں سے کسی نے لکھا ہے...''

''اور شاید اسی نوجوان نے... جس نے شہر میں آپ
کو دیکھا تھا..''

''ہاں شاید... لیکن لگتا ہے... اب اس کی شامت
آنے والی ہے... جاوید بھلوانی بھلا اس شخص کو کیسے معاف کر
سکتا ہے... جس کی وجہ سے دس سال پرانا واقعہ تازہ ہو گیا ہے
... اور اس کے بھائی کی لاش کا ڈھانچہ نکل آیا ہے... اب اگر
قاتل بھی وہی ہے تو پھر اسے اس نوجوان پر بہت ہی تاؤ آیا ہو
گا۔''

''تب تو پھر ہم اسے مصیبت میں چھوڑ آئے ہیں۔''

''ہوں... اچھا خیر... اب ہم اسے ساتھ لے کر ہی
شہر جائیں گے... دراصل جاوید بھلوانی نے پوری جاگیر میں
وڈیو کیمرے نصب کروا رکھے ہیں... اس طرح وہ ان سب کی
حرکات سے باخبر رہتا ہے... یہی وجہ ہے کہ کوئی اس کے

خلاف کچھ کہنے کے لیے تیار نہیں۔''

''مجھے تو جمشید رہ رہ کر راجہ ساہو کا خیال آرہا ہے۔''

''آپ فکر نہ کریں... میں جا کر اسے لے آؤں گا
... لیکن اس کے لیے ہمیں اندھیرا ہونے کا انتظار کرنا پڑے
گا... اور جاگیر کو اندھیرے کے حوالے کرنا پڑے گا... خیر فکر
نہ کرو... میں یہ کام کر لوں گا...''

اور پھر اندھیرا ہوتے ہی انسپکٹر جمشید کار سے اتر
کر جاگیر کی طرف چلے گئے... وہ درختوں کے درمیان سے
ہو کر جا رہے تھے... گاڑی سڑک سے پہلے ہی اتار لی گئی تھی
۔ ایک گھنٹے بعد ان کی واپسی ہوئی، تو وہ اکیلے نہیں تھے... وہ
نوجوان ان کے ساتھ ساتھ تھا... اب ان کا سفر شہر کی طرف
شروع ہوا... کافی آگے جا کر پروفیسر داؤد نے کہا:

''یہ معرکہ تم نے کیسے مارا جمشید۔''

''دراصل پوری جاگیر کے لوگ جاوید بھلوانی کے
خلاف ہیں... میں نے پہلے تو بستی کے کنٹرول روم کا فیوز
اڑایا... پھر ایک شخص کو اندھیرے میں دبوچ کر اس کے کان
میں بات کہی... وہ مجھے اندازے سے اس نوجوان کے گھر میں
لے گیا... اس طرح آخر میں نوجوان کو لانے میں کامیاب

ہو گیا... اب اس نوجوان کی گم شدگی کا پتا جاوید بھلوانی کو صبح لگے گا..."

"اس بات کا بھی تو امکان ہے کہ وہ رات ہی کو انہیں پکڑنے کے لیے اپنے آدمی بھیج دیے..."

"ہاں واقعی ... اس صورت میں اسے بہت جلد یہ بات معلوم ہونے والی ہے... اور ہمیں اب شہر پہنچنے کے لیے تیز رفتاری سے کام لینا ہوگا... خان رحمان سن رہے ہو۔"

"ہاں! یہ لو۔" یہ کہتے ہی انہوں نے رفتار اور بڑھا دی۔

"اس کے پاس کتنے ملازم ہیں۔" محمود نے پوچھا۔

"چالیس کے قریب... چالیس کے چالیس جلاد قسم کے لوگ ہیں... ظلم ڈھانے میں بہت ماہر ہیں... اس کی کوٹھی کے پیچھے بنائے گئے کوارٹرز میں رہتے ہیں... اس کے ایک اشارے پر آحاضر ہوتے ہیں... وہ ہر قسم کے اسلحے سے لیس ہیں... اور پوری جاگیر میں جدید آلات نصب ہیں... ان کی مدد سے وہ ایک ایک پر نظر رکھتا ہے... یہ تو شاید اس جاگیر کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ہوا ہے کہ کوئی اس کی نظروں سے بچ کر جاگیر سے نکل آیا ہے... اوہو... ارے باپ رے

۔" اچانک اس نے مارے خوف کے کہا۔

"کیا ہوا... کیا خیال آگیا۔"

"یہ جو کچھ ہوا ہے... بہت غلط ہوا ہے... وہ تو ظلم کی انتہا کر دے گا... ان سے پوچھے گا... بتاؤ راجہ ساہو کہاں ہے۔"

"نہیں... ایسا نہیں ہوگا..." انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب؟"

"میں انہیں بتا آیا ہوں... وہ فوراً میرا نام لے دیں گے کہ تفتیش کے لیے اسے ساتھ لے گئے ہیں۔"

"نہیں... اس کے باوجود وہ ان پر ظلم ڈھائے گا۔"

"اگر ایسا ہے تو اس کا بھی انتظام کر لیتے ہیں۔"

"وہ... وہ کیسے؟"

"بس دیکھتے جائیں۔"

اب انہوں نے اکرام کو فون کیا... اسے مکمل تفصیلات سے آگاہ کر کے چند ہدایات دیں.

...اور خود شہر کی طرف روانہ ہو گئے...

....

سب انسپکٹر اکرام اپنی ٹیم کے ہمراہ جس وقت جاگیر آباد پہنچا... جاوید بھلوانی کی آواز گونج رہی تھی:

''اگر تم لوگوں نے پانچ منٹ کے اندر اندر نہ بتایا کہ تمہارا ساتھی راجہ ساہو کہاں ہے... تو میں تم سب پر شکاری کتے چھوڑ دوں گا... یہ پورے ایک دن کے بھوکے ہیں... تم پر ٹوٹ پڑیں گے اور تمہاری تکہ بوٹی کر دیں گے۔''

''نن نہیں بھلوانی صاحب... ہم بتا دیتے ہیں...'' ایک ادھیڑ عمر آدمی پکارا۔

''تو بتاؤ پھر... میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو۔''

''اسے انسپکٹر جمشید لے گئے ہیں۔''

''کیا...'' وہ دہاڑا۔

''ہاں... بھلوانی صاحب... یہی بات ہے... وہ اسے تفتیش کے لیے لے گئے ہیں... آپ نے ہم سے یہ نہیں کہا تھا کہ اگر وہ کسی کو لے جانا چاہیں تو انہیں ایسا نہ کرنے دیں... اگر آپ ہمیں یہ ہدایات دے دیتے تو ہم ایسا ہی کرتے۔''

''خیر کوئی بات نہیں... اگر اسے انسپکٹر جمشید لے گئے ہیں تو میں ان سے بھی نبٹ لوں گا... تاہم تم لوگوں کو بھی سزا

ملے گی... ایک ایک کتے کو ایک ایک آدمی کافی ہو جائے گا... لہٰذا آج کی سزا یہ ہے کہ تم میں سے اتنے آدمی میرے کتوں کی خوراک بنیں گے... جتنے یہ ہیں... اور تم جانتے ہی ہو... کتوں کی تعداد بیس ہے۔''

''نن نہیں... نہیں بھلوانی صاحب... آپ رحم کریں... اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں۔''

''قصور کیوں نہیں... جب وہ اسے لے جا رہے تھے... اس وقت تم لوگوں نے مجھے کیوں خبردار نہیں کیا... کنکو... کتوں کو کھول دو۔''

''نہیں۔'' وہ سب چیخے۔

اس کے ساتھ ہی کتوں کی بے تحاشہ بھونکنے کی آوازیں گونج اٹھیں:

☆☆☆☆☆

خوفناک کتے

بیس خوفناک کتے ان غریب لوگوں کی طرف خوفناک رفتار سے دوڑتے چلے آرہے تھے... اچانک ان پر کسی سمت سے فائرنگ شروع ہوگئی... کتے اچھل اچھل کر نیچے گرے۔ آن کی آن میں بیس کے بیس کتے زمین پر تڑپتے نظر آئے۔

''یہ... یہ کیا ہوا؟''

اور پھر اس سنسنی خیز سناٹے میں ایک آواز گونجی:

''اسی طرح تم لوگ بھی نشانے پر ہو... ہم تمہارا حشر بھی کتوں جیسا کریں گے... ورنہ ہتھیار گرادو اور چپ چاپ یہاں سے نکل جاؤ... اور اگر تمہارا چپ چاپ یہاں سے چلے جانے کا کوئی پروگرام نہ ہو اور ان لوگوں کے ساتھ بُرا سلوک ہی کرنا چاہو گے تو پھر ہم تم پر اسی طرح فائرنگ کریں گے... جس طرح کتوں پر کی ہے۔''

''کون ہو تم۔'' جاوید بھلوانی کی غراتی آواز سنائی دی۔

''تم لوگوں کی موت۔''

''سامنے آکر بات کرو۔''

''رائفلیں گرادو... ہم سامنے آجائیں گے۔''

''کنکو... رائفلیں گرادو...''

''یہ کیا کہہ رہے ہیں بھلوانی صاحب۔''

''میں ان سور ماؤں کو دیکھنا چاہتا ہوں جو مجھے میری ہی جاگیر میں للکار رہے ہیں۔''

''اچھی بات ہے آپ کی مرضی۔''

اور پھر اس کے آدمیوں نے رائفلیں گرادیں...

اسی وقت اکرام وغیرہ اس کے سامنے آگئے:

''یہ... یہ کیا... یہ تو وہ لوگ نہیں ہیں۔''

''کون لوگ..'' کنکو کی آواز ابھری۔

''انسپکٹر جمشید وغیرہ۔''

''ہاں بھلوانی صاحب... یہ وہ نہیں ہیں۔''

''تم لوگ کون ہو... اور کیا چاہتے ہو۔''

''ہم چاہتے ہیں... ان بے چاروں پر ظلم نہ ہو... جو

ایک مدت سے، کم از کم... دس سال سے ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں... آخر ان کا قصور کیا ہے... کیا جرم ہے ان کا... کیا کیا ہے ان لوگوں نے... تم نے اونے پونے ان کے گھر اور ان کی زمینیں خرید لیں اور پھر انہیں اپنا غلام بنا لیا... اس وقت سے ان پر ظلم ہو رہا ہے... آخر کیوں... ہم یہ جاننا چاہتے ہیں۔''

''اپنی زمینیں اور اپنے گھر ان لوگوں نے خود بیچے ہیں... میں نے زبردستی نہیں لیے... پوچھ لیا جائے ان سے۔''

''یہ سب لوگ تمہارے سامنے کچھ نہیں کہتے... انہیں آزاد کر دیا جائے... پھر آزاد فضا میں ان سے پوچھا جائے... اس وقت یہ بتائیں گے... ان کے خیالات تمہارے بارے میں کیا ہیں۔''

''میں ایسا بھی کر لوں گا... تم بتاؤ... تمہارا کیا مطالبہ ہے۔''

''بس یہی مطالبہ ہے... ان لوگوں کو آزاد کر دیا جائے... انہیں ان کے گھر واپس دے دیے جائیں... ان کی زمینیں انہیں واپس دے دی جائیں۔''

''اور میں نے جو انہیں گھروں اور زمینوں کی قیمتیں ادا کی ہیں۔''

''وہ آپ کو مل جائیں گی... جتنی رقمیں آپ نے انہیں دی ہیں... اتنی ہی واپس لے لیں... کیونکہ آپ دس سال سے بھی زیادہ عرصے تک ان سے فائدہ اٹھا چکے ہیں۔''

''لائیے... کہاں ہے رقم۔''

''پہلے حساب تو ہو جائے... کہ کتنی رقم آپ نے ان لوگوں کی دی ہے۔''

''میرے پاس اس زمانے کا رجسٹر موجود ہے... اس میں ساری تفصیل درج ہے۔''

''بس ٹھیک ہے... تم وہ رجسٹر منگوا لو... ہم رقم کا انتظام کر لیتے ہیں۔''

''آخر تم ہو کون۔''

''ہم ان لوگوں کے اور ان جیسے لوگوں کے ہمدرد ہیں۔''

''اچھی بات ہے... حساب کتاب کے لیے میری کوٹھی آ جاؤ... چلو کنگو... اب ان سے وہیں بات ہو گی۔''

اور پھر وہ لوگ وہاں سے لوٹ گئے:

''کمال کر دیا آپ نے... لل... لیکن...'' ایک
بوڑھے نے کپکپاتی آواز میں کہا۔

''لیکن کیا۔''

''ہم... ہم اتنی بہت سی رقم کہاں سے دیں گے۔''

''تم فکر نہ کرو... انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی آپ
لوگوں کے ساتھ ہیں...''

''وہ تو ٹھیک ہے... لیکن وہ بھی آخر اتنی رقم کیسے اد
اکریں گے۔''

''تم لوگ انہیں نہیں جانتے... فکر نہ کرو... بس
انہیں آلینے دو... اور ہاں اب اس شخص سے ڈرنے کی
ضرورت نہیں... اب اس کا برا وقت آگیا ہے۔''

''ہمیں تو کم از کم ایسا نہیں لگتا۔''

''انتظار کرو... وہ لوگ بہت جلد آئیں گے... ان
کے آنے تک ہم سب کو بہت چوکنا رہنا ہے... کہیں یہ شخص
کوئی اور وار نہ کرنے کے لیے آجائے۔''

اسی وقت بہت دور سے ایک آواز ابھری...

''ہاہاہا... میں نے پالیا... مجھے مل گیا... یہ دیکھو۔''

سب لوگوں نے اس کی طرف دیکھا... ایک

بہت بوڑھا آدمی ہاتھ بلند کیے سب کی طرف آرہا تھا... اور
اس نے ہاتھ میں کوئی پھٹا ہوا اخبار سا تھا... عین اس لمحے نمبر
اکرام کے فون کی گھنٹی بجی:

O

''ہاں! اب تم اس کی سرحد سے بہت دور میرے گھر
میں ہو... اب بتاؤ... تم کیا بتانا چاہتے ہو... اور کیا وہ خط تم
نے لکھا تھا۔'' انسپکٹر جمشید نے گھر میں آنے کے بعد کہا۔

''جی ہاں! میں نے ہی وہ آپ کو خط لکھا تھا... اور
میں کیا کرتا... دس سال تک میں نے خود کو خاموش رکھا... یہ
کوئی کم بات نہیں۔''

''ہوں... اختر بھلوانی کو کس نے قتل کیا؟''

''میں نہیں جانتا۔''

''کیا!!!'' وہ ایک ساتھ چلائے۔

''ہاں! یہی بات ہے... مجھے نہیں معلوم... مجھے تو
اس یہ بات معلوم تھی کہ اس کوٹھی کے مشرقی سمت والے کمرے
کے فرش کے نیچے ایک لاش موجود ہے... مجھے تو یہ بھی معلوم

نہیں تھا کہ لاش کس کی ہے۔"

"اور تم کو یہ بات کس طرح معلوم ہوئی تھی کہ وہاں ایک لاش دفن ہے۔"

"یہ بات مجھے میرے والد نے بتائی تھی... وہ ایک معمار تھے... دس سال پہلے وہ کوٹھی نئے سرے سے تعمیر ہو رہی تھی... کوٹھی کے کمروں کے فرش نہیں ڈالے گئے تھے ... روڑی وغیرہ بچھا دی گئی تھی... دوسرے دن میرے والد جب کام کرنے کے لیے وہاں گئے تو انہوں نے وہیں سے کام شروع کیا جہاں چھوڑ کر گئے تھے... لیکن انہوں نے محسوس کیا ... کہ وہ جس طرح روڑی بچھا کر گئے تھے... وہ اس حالت میں نہیں تھی... واضح فرق نظر آ رہا تھا... انہیں یوں لگا جیسے روڑی کو ہٹایا گیا ہو... جب کہ اس کی کوئی ضرورت بھلا کسی کو کیا تھی... وہ حیران حیرا سے کام شروع کرنے لگے... پھر خیال آیا کہ کیوں نہ ذرا سی روڑی ہٹا کر دیکھیں... انہوں نے دوسروں کی نظریں بچا کر ایسا ہی کیا... اس وقت انہیں چند روڑیوں پر خون کے دھبے نظر آئے... یہ دیکھ کر وہ کانپ گئے ... ایسے میں جاوید بھلوانی ادھر آ گیا... اور یہ چپ چاپ اپنے کام میں مصروف ہو گئے... اسی روز اس کمرے کا فرش

ڈال دیا گیا... اور جو کچھ وہاں تھا... دفن رہ گیا... تاہم میرے والد کو یقین ہو چلا تھا کہ اس جگہ کسی کو دفن کیا گیا ہے... پھر اسی روز معلوم ہوا کہ جاوید بھلوانی کے چھوٹے بھائی اختر بھلوانی غائب ہیں... اور ان کی تلاش جاری ہے اس سے میرے والد کو یقین ہو گیا کہ اختر بھلوانی کو قتل کر کے اس جگہ دفن کیا گیا ہے... لیکن جاوید بھلوانی کے خوف سے وہ کسی کو کچھ نہ بتا سکے... البتہ مرتے وقت انہوں نے یہ راز مجھے بتا دیا تھا... اور مجھ سے کہا تھا... حالات اگر ایسے ہو جائیں کہ اس بات کو ظاہر کر دیا جائے تو ضرور ظاہر کر دینا... میں یہ راز چھپائے رہا... لیکن اب آ کر معاملہ میری برداشت سے باہر ہو گیا... اور باہر یہ اسی وقت ہوا... جب میں نے آپ کو شہر میں دیکھا اور آپ کے بارے میں مجھے معلوم ہو گیا..."

"ہوں... یہ تو ٹھیک ہے... کہ وہاں اختر بھلوانی ہی کو دفن کیا گیا تھا... سوال تو یہ ہے کہ قتل کس نے کیا ... گڑھے میں سے تمباکو پینے کا ایک عدد پائپ ملا ہے... گویا دفن کرنے والا پائپ سے تمباکو پینے کا عادی تھا... اس جاگیر میں کوئی ایک شخص بہرحال پائپ سے تمباکو پیتا رہا ہے ... اگر اس کا سراغ مل جائے تو ہم قاتل تک پہنچ سکتے ہیں۔"

”لیکن ابا جان... گڑھے سے ہمیں سونے کا ایک کانٹا بھی تو ملا ہے... تو کیا اس سے یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ گڑھے میں لاش دفن کرنے والے کے ساتھ ایک عورت بھی تھی... پھر چائے کا ایک کپ بھی ملا ہے... ان میں کوئی ایک اس وقت چائے بھی پیتا رہا... اور ظاہر ہے... وہ عورت ہی پیتی رہی ہوگی... کیونکہ مرد تو لاش کو ٹھکانے لگا رہا تھا... اور کیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ عورت چائے کی اس قدر عادی ہے... یا پریشانی کے عالم میں چائے پینے کی حد درجے عادی ہے کہ اس وقت بھی اسے چائے پینا پڑ رہی تھی... اس پہلو کو بھی ہمیں نظر میں رکھنا پڑے گا۔“ فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

”ہاں فرزانہ... تم نے ٹھیک کہا... میرا خیال ہے... ہمیں اب پھر جاگیر کی طرف چلنا چاہیے... تمھاری گم شدگی کا پتا اسے لگ گیا ہوگا اور وہ ضرور جاگیر کی طرف آیا ہوگا... اب نہ جانے وہاں کیا ہوا ہے...“

”فون کرلیں۔“

”اوہ ہاں!“ وہ بولے اور پھر انہوں نے اکرام کے نمبر ملا ڈالے... فوراً ہی اس کی آواز سنائی دی:

”السلام علیکم سر... آپ کہاں ہیں... یہاں آپ کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔“

”ہم آرہے ہیں... یہاں کوئی گڑبڑ ہوئی ہے کیا؟“ انہوں نے پوچھا۔

”کوئی ایسی ویسی... بس یوں سمجھ لیں کہ معرکہ ہوا ہے۔“

”اوہو... اچھا... تب تو ہم اسی وقت روانہ ہو رہے ہیں۔“

”ویسے اس وقت مکمل سکون ہے۔“

”ہوں... خیر۔“

اور پھر وہ وہاں سے روانہ ہوئے... جلد ہی وہ جاگیر میں داخل ہو رہے تھے... وہاں سب لوگ جمع تھے اور ان کی طرف دیکھ رہے تھے... گویا سب بے چینی سے ان کا انتظار کر رہے تھے... نزدیک آتے ہی وہ بولے:

”ہاں! بھئی... ہو جائے تفصیل... یہاں کیا ہوا ہے۔“

اکرام نے تفصیل سنا دی... وہ حیرت کے عالم میں سنتے رہے، آخر خان رحمان نے کہا۔

"ٹھیک ہے... ہم اس جاگیر کی قیمت جاوید بھلوانی کو دے دیں گے۔"

"کیا... کیا واقعی... کوئی ایسا بھی کر سکتا ہے۔"

"ہاں! کیوں نہیں! اللہ کی مہربانی سے ہمارے پاس دولت کی کمی نہیں۔"

"اوہ... اوہ۔"

"اور سر یہ دیکھیے۔" اکرام نے کہا اور ایک بہت پرانا اخبار ان کے سامنے کھول دیا۔

اس میں ایک تصویر تھی... تمباکو والا پائپ پیتے ہوئے ایک شخص کی تصویر... وہ اس تصویر کو دیکھ کر بہت زور سے اچھلے:

☆☆☆☆☆

تصویر

"اُف مالک! یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں۔"

"تصویر! اس شخص کی جس نے اختر بھلوانی کی لاش کو دفن کیا تھا... اس وقت اس کی بیوی بھی اس کے ساتھ تھی... اور چائے پی رہی تھی... پھر چائے پی کر اس نے وہ کپ بھی گڑھے میں گرا دیا اور اپنے خاوند کو لاش دفن کرنے میں مدد دی... اس وقت اس کے کان کا کانٹا گر گیا۔ اس کے گرنے کا اسے پتا نہ چلا... افسوس! ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہ شخص مجرم ہو سکتا ہے... لیکن پھر بھی سب سے بڑا سوال ابھی تک موجود ہے اور وہ یہ کہ یہ قتل کیوں کیا گیا۔"

"خیر... اب جب کہ قاتل کے بارے میں معلوم ہو گیا ہے... یہ بات بھی راز نہیں رہے گی..."

"لیکن ابھی ہمارا کام باقی ہے... یہ تصویر ثبوت کے طور پر پیش نہیں کی جا سکتی... اس سے ہمیں ضرور معلوم ہو گیا

ہے کہ قاتل کون ہے... مطلب یہ کہ ثبوت ہمیں حاصل کرنا پڑے گا... اور اس سلسلے میں ہم ابھی حرکت میں آتے ہیں۔''

پھر وہ گاڑی میں بیٹھے اور وہاں سے آگے بڑھے... جلد ہی ان کی گاڑی جاگیر آباد کے پولیس اسٹیشن کے سامنے رکی... وہ گاڑی اسے اتر کر دروازے کی طرف بڑھے، دروازے پر کانسٹیبل موجود تھا... اس نے حیرت زدہ انداز میں ان کی طرف دیکھا اور بولا:

''اس وقت اندر کوئی نہیں ہے... صبح سے پہلے کوئی ملے گا بھی نہیں۔''

''کیوں... کیا رات کو کوئی افسر ڈیوٹی پر نہیں ہوتا۔''

''نہیں... اس لیے کہ یہ جاگیر آباد ہے... یہاں کوئی جرائم وغیرہ نہیں ہوتے...''

''کیا کہہ رہے ہو بھئی... دس سال پہلے جاوید بھلوانی کے بھائی غائب ہوئے تھے... انہیں قتل کیا گیا تھا... ان کی لاش خود جاوید بھلوانی کی کوٹھی کے ایک کمرے کے فرش کے نیچے دفن کی گئی تھی... وہاں سے اب ڈھانچہ نکالا جا چکا ہے اور آپ کہہ رہے ہیں... یہاں جرائم نہیں ہوتے۔''

''یہی بات ہے سر... اس ایک واردات کے علاوہ

یہاں کوئی جرم نہیں ہوا۔''

''اور جرم ہو بھی کیسے سکتا ہے... جب کہ تمام لوگ تو جاوید بھلوانی کے غلام بنے ہوئے ہیں۔''

''اگر آپ کو انسپکٹر صاحب سے کوئی کام ہے تو میں انہیں فون کر کے بلا لیتا ہوں... کیونکہ ان کی ہدایات یہی ہیں۔''

''ہاں! بلا لیں۔''

اس نے جیب سے موبائل نکالا اور نمبر ملایا... پھر اس نے انسپکٹر سلورا سے بات کی اور فون بند کر دیا:

''وہ آرہے ہیں... آپ اندر تشریف رکھیں۔''

وہ انسپکٹر سلورا کے دفتر میں آکر بیٹھ گئے... دفتر بس عام سا تھا... اس میں کوئی خاص بات نہیں تھی... جلد ہی انسپکٹر سلورا اندر داخل ہوا، اس کے چہرے پر حیرت تھی:

''آپ رات کو اس وقت؟'' اس کے منہ سے نکلا۔

''ہاں! ہم رات کو اس وقت... جب ہم کسی کیس پر کام شروع کر دیتے ہیں تو پھر رات یا دن کو نہیں دیکھتے... صرف کام کو دیکھتے ہیں۔''

''خیر... فرمائیے... آپ کیا چاہتے ہیں۔''

''آپ کو ایک تصویر دکھانے آئے ہیں۔''

''تصویر... کیسی تصویر؟''

''بہت اچھی... بہت پیاری۔'' فاروق بول اٹھا۔

اس نے فاروق کو حیرت بھری نظروں سے دیکھا:

''آپ ان کے جملے پر نہ جائیں... یہ اوٹ پٹانگ باتیں کرنے کے عادی ہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا۔

''ٹھیک کہا آپ نے۔'' فاروق مسکرایا۔

''اچھا چپ... کام کی بات ہو رہی ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے اسے گھورا۔

''جی جی... اچھا... اب نہیں بولوں گا۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے ہونٹ مضبوطی سے بھینچ لیے۔

''ہاں انسپکٹر صاحب۔''

''ہمارے پاس ایک تصویر ہے... ہم وہ آپ کو دکھانا چاہتے ہیں... امید ہے، آپ ہمیں بتائیں گے... یہ کس کی تصویر ہے۔''

''اگر مجھے معلوم ہوا تو ضرور بتاؤں گا۔''

''شکریہ... یہ رہی تصویر۔'' یہ کہ کر انہوں نے پرانا اخبار اس کے سامنے کر دیا... وہ تصویر کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا

... پھر نفی میں سر ہلا کر بولا:

''افسوس! میں پہچان نہیں سکا...''

''آپ کا مطلب ہے... آپ نہیں جانتے... یہ کس کی تصویر ہے۔''

''ہاں! یہی بات ہے۔''

''سو فیصد۔''

''خیر... میں یہ نہیں کہتا کہ آپ جھوٹ بول رہے ہیں... آیئے ہمارے ساتھ چلیں۔''

''آپ کے ساتھ چلوں... لیکن کہاں۔''

''جاوید بھلوانی صاحب کے ہاں... اب ہم ان سے پوچھیں گے... یہ تصویر کس کی ہے۔''

''لیکن وہ تو اس وقت سو رہے ہوں گے۔''

''سو تو آپ بھی رہے تھے... آپ بھی آ گئے۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''میری اور بات ہے... میں ٹھہرا سرکاری ملازم... وہ ملازم نہیں ہیں۔''

''فکر نہ کریں... کوئی بات نہیں۔''

اور پھر وہ جاوید بھلوانی کی کوٹھی پہنچے... اس

وقت رات کے تین بج رہے تھے... انہوں نے دستک دے ڈالی... جلد ہی کنگو کی آواز سنائی دی۔

''کون ہے، اس وقت۔''

''وہی جو ایسے وقت پہلے بھی آ چکے ہیں۔''

''اوہ! یہ آپ ہیں... اب کیسے آ گئے آپ؟'' اس کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

''ایک تصویر کھینچ لائی... لیکن یوں بات نہیں بنے گی... اس کا حل یہ ہے کہ آپ دروازہ کھول دیں، ہمیں ڈرائنگ روم میں بٹھائیں... اور پھر جاوید بھلوانی صاحب کو بلائیں۔''

''اچھی بات ہے...''

آخر وہ انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھا کر چلا گیا... کوئی دس منٹ بعد جاوید بھلوانی کمرے میں داخل ہوا... اس کی آنکھوں میں نیند تھی... چہرے پر جھلاہٹ کے آثار تھے۔

''کیا آپ لوگ صبح نہیں آ سکتے تھے۔''

''نہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا۔

''اچھا خیر... بتائیں کیا بات ہے۔''

''ہمیں ایک بہت پرانا اخبار ملا ہے... اس میں ایک صاحب کی تصویر ہے... تمباکو والا پائپ پیتے ہوئے شخص کی

تصویر۔''

''کک... کیا مطلب... یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔'' مارے حیرت اور خوف کے اس نے کہا۔

''ہم آپ کو وہ تصویر دکھانے آئے ہیں... کیونکہ وہی شخص اختر بھلوانی کا قاتل ہے۔''

''نن... نن... نہیں۔'' اس کے لہجے میں حیرت تھی... خوف تھا...

''امید ہے... آپ تصویر کو پہچان لیں گے... پرانی ضرور ہے... زیادہ واضح بھی نہیں ہے... لیکن اس کے باوجود پہچانی جا سکتی ہے۔''

''اچھی بات ہے... دکھائیں پھر وہ تصویر۔''

''اور وہی شخص... آپ کے بھائی اختر بھلوانی کا قاتل ہے۔''

''کیا واقعی... مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا... دس سال پہلے یہ واردات ہوئی تھی... اس وقت پولیس قاتل کا پتا نہ چلا سکی... لیکن آپ نے دس سال بعد چند گھنٹوں کے اندر قاتل کا سراغ لگا لیا، کمال ہے...''

''اس سے بھی زیادہ عجیب بات آپ کے سامنے

آنے والی ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

''میں اب کافی بے چینی محسوس کر رہا ہوں۔''

''ہم ابھی آپ کو تصویر دکھا دیتے ہیں... لیکن ساتھ ہی اس بات کا اعتراف بھی کرتے ہیں کہ ہم ابھی تک قتل کی وجہ نہیں جان سکے... لیکن بہر حال آپ ضرور وجہ بھی بتا دیں گے۔''

''کیا مطلب... کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اپنے بھائی کو میں نے قتل کیا ہے۔'' وہ زور سے اچھلا۔

''جس وقت یہ قتل ہوا... تمباکو والا پائپ قاتل کے منہ میں دبا ہوا تھا... اس کی بیوی پاس کھڑی چائے پی رہی تھی... انہوں نے مل کر لاش کو اس گڑھے میں گرایا جس کا فرش ابھی لگنا تھا... یہ کام کرتے وقت پائپ گڑھے میں گر گیا... عورت کے ہاتھ سے کپ گرا... اس کا کانٹا بھی گڑھے میں گر گیا... لیکن چونکہ انہیں تو جلد از جلد اس لاش سے چھٹکارا حاصل کرنا تھا... اور خوف تھا کہ کہیں کوئی اس راز سے باخبر نہ ہو جائے... اس لیے انہوں نے گڑھے میں گر جانے والی چیزوں کی کوئی پروا نہ کی... جلدی جلدی اپنا کام کیا اور چلتے بنے... دوسری صبح اختر بھلوانی غائب تھے... آپ نے ان

کی تلاش شروع کی... ادھر آدمی دوڑائے... ادھر دوڑائے... پھر انسپکٹر سلورا صاحب کو فون کیا... یہ آگئے... انہوں نے بھی تلاش کے گھوڑے دوڑائے... رپورٹ بھی درج کی گئی... لیکن بے چارے اختر صاحب نہ ملے... ملتے بھی کیسے... اب دیکھیے... دس سال گزر گئے... یہ کہانی بھولی بسری کہانی بن گئی... لیکن اللہ کو کچھ اور منظور تھا... وہ کہتے ہیں نا جرم چھپ نہیں سکتا... اور یہ کہ اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے... دس سال بعد ایک شخص مجھے خط لکھ کر بتاتا ہے کہ یہاں اس کوٹھی میں ایک کمرے کے نیچے ایک انسان کی لاش کو دفن کیا گیا تھا... ہے نا حیرت کی بات۔'' یہاں تک کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے۔

''اوہو... یہ سب باتیں چھوڑیے... وہ تصویر دکھائیے... مارے بے چینی کے میرا برُا حال ہے۔'' جاوید بھلوانی نے منہ بنایا۔

''جی ہاں بس! اب تصویر کی باری ہے... یہ لیجیے! ہم تصویر آپ کو دکھائے دیتے ہیں... پہچاننا آپ کا کام ہے۔''

یہ کہ کر انہوں نے اخبار ان کے سامنے پھیلا دیا اور انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے بولے:

"یہ ہے وہ تصویر... دیکھیے... یہ شخص تمباکو والا پائپ منہ سے لگائے ہوئے ہے یا نہیں... اس بڑی عمر کے آدمی نے بھی یہی کہا تھا کہ اسے یاد پڑتا ہے... اس جاگیر میں اس نے کسی کو پائپ پیتے دیکھا ہے..."

جاوید بھلوانی کی نظریں اس تصویر پر جم گئیں... کچھ دیر گزر گئی، اور پھر بہت زور سے اچھلا:

☆☆☆☆☆

مجرم

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے... پھر جاوید بھلوانی کے منہ سے نکلا:

"اُف! یہ... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔"

"آپ اپنے بھائی کے قاتل کو دیکھ رہے ہیں۔"

"مم... مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا۔"

"لیکن اب یقین کرتے ہی بنے گی..."

"ہاں! یہ تو ہے... لیکن آخر میرے بھائی کو کیوں قتل کیا گیا۔"

"آپ کے بھائی نے قاتل کو کوئی جرم کرتے دیکھ لیا تھا... اب اگر وہ آپ کے بھائی کو قتل نہ کرتا تو خود پھنستا تھا... لہٰذا اس نے سوچا... جہاں وہ ایک جرم کر چکا ہے... وہاں ایک اور سہی۔ بس اس نے آپ کے بھائی پر وار کر دیا... پھر اپنی گاڑی میں لاش کو ڈال کر رات کے وقت یہاں لے آیا

... اسے معلوم ہی تھا... کوٹھی بن رہی ہے... فرش ڈالے جا رہے ہیں... اس کام میں اس کی بیوی بھی ساتھ تھی۔''

''اس سے جرم کیا سرزد ہو گیا تھا۔''

''یہی وہ ایک سوال ہے... جس کا جواب ابھی تک ہمیں معلوم نہیں... لیکن خیر انسپکٹر سلورا سے ہم یہ بات اگلوا لیں گے...'' یہ کہتے ہوئے انہوں نے انسپکٹر سلورا کی طرف نظر اٹھائی.... جو پہلے ہی نہایت زہریلے انداز میں انہیں دیکھ رہا تھا

****

چند لمحے تک کمرے میں مکمل سکوت چھایا رہا۔

پھر انسپکٹر سلورا پرسکون انداز میں مسکرایا اور بولا:

''لیکن انسپکٹر صاحب... آپ عدالت میں میرے خلاف ثبوت کیا پیش کریں گے... یہ پائپ والی تصویر... کیا یہ ثبوت بن سکے گی... کیا دنیا میں میرے علاوہ کوئی پائپ نہیں پیتا۔''

''نہیں... یہ تصویر ثبوت نہیں بن سکتی... لیکن۔'' وہ کہتے کہتے رک گئے۔

''لیکن کیا...''

''آپ ہمیں صرف یہ بتا دیں... کہ آپ نے کیا جرم کیا تھا۔''

''میں نے کوئی جرم نہیں کیا تھا... یہ صرف آپ کے مفروضے ہیں...''

''سنا آپ نے! یہ کیا کہہ رہے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید جاوید بھلوانی کی طرف مڑے۔

''میں... میں کیا کہہ سکتا ہوں... میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔''

''انسپکٹر سلورا صاحب کا کہنا ہے... انہوں نے کوئی جرم نہیں کیا... اور یہ کہ ہم ان کے خلاف کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتے... آپ بھی کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں... تب پھر ہم جرم کس طرح ثابت کریں...''

''یہ... یہ آپ ہم سے پوچھ رہے ہیں... انسپکٹر جمشید آپ ہیں ہم نہیں...''

''تب پھر آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم آپ کے جرم کا ثبوت حاصل کر لیں۔''

''اجازت ہے۔'' انسپکٹر سلورا نے فخر کے عالم میں کہا

۔

"ہم آپ کے گھر کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔"

"کیا!!!" وہ چلا اٹھا۔

"پہلے تو آپ یہ بتائیں... یہ تصویر تو آپ کی ہے نا ۔"

"ہاں! یہ میری تصویر ہے... میں پائپ میں تمباکو پیتا رہا ہوں، لیکن یہ جرم کا ثبوت نہیں بنتا۔"

"آپ نے دراصل ۔" انسپکٹر جمشید کہتے کہتے رک گئے۔

"آپ نے دراصل کیا؟" اس نے منہ بنا کر کہا۔

"اس اخبار میں شائع ہونے والی ایک اور خبر نہیں پڑھی... نہ یہ جاننے کی اب تک کوشش کی کہ آپ کی یہ تصویر اخبار میں شائع کس سلسلے میں ہوئی ہے۔" انسپکٹر جمشید چبھتے ہوئے لہجے میں بولے۔

"اوہ... اوہ۔" ان سب کے منہ سے نکلا۔

"واقعی... انسپکٹر سلورا صاحب کو سب سے پہلے تو یہ جاننے کا خیال آنا چاہیے تھا کہ تصویر شائع کس سلسلے میں ہوئی تھی۔" خان رحمان حیرت کے عالم میں بولے۔

اب جو انہوں نے انسپکٹر سلورا کی طرف دیکھا... تو انہیں اس کے چہرے پر تاریکی ہی تاریکی نظر آئی۔ یہ دیکھ کر ان کی حیرت میں اضافہ ہو گیا:

"اور... ان کی تصویر کس سلسلے میں شائع ہوئی تھی۔" جاوید بھلوانی نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ان کی تصویر تو خیر اس سلسلے میں شائع ہوئی کہ انسپکٹر سلورا نے جاگیر آباد میں ڈاکوؤں کے ایک گروہ کو مقابلے میں ہلاک کیا ہے... ڈاکو گرفتاری دینے سے انکاری تھے، سو انسپکٹر سلورا کو مقابلہ کرنا پڑا۔ اس طرح تمام ڈاکو کام آ گئے... اس طرح اخبارات میں یہ خبر لگی اور انسپکٹر صاحب کی تعریف ہوئی... اب یہ ایک حیرت انگیز اتفاق ہے کہ اسی صبح اختر بھلوانی غائب پائے گئے... آخر کیوں... انسپکٹر سلورا کو ایسی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی کہ انہیں اختر بھلوانی کو قتل کرنا پڑا۔ کیا اس کی کوئی وجہ ذہن میں آتی ہے؟"

یہاں تک کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے اور باری باری سب کی طرف دیکھنے لگے... جب ان میں سے کوئی جواب نہ دے سکا تو وہ خود بولے:

"اگر اس سوال کا کوئی جواب کسی کے پاس نہیں ہے تو

پھر ہم کیوں نہ جواب انسپکٹر سلورا سے ہی لے لیں... کیوں انسپکٹر صاحب! اس سوال کا کیا جواب ہے۔"

"میں نے قتل کیا ہی نہیں تو جواب کیسے دے دوں۔"

"چلیے خیر... ڈاکوؤں کو تو ہلاک کیا تھا آپ نے۔"

"ہاں! کیوں نہیں... محکمے کے افسران نے میری بہت تعریف کی تھی... مجھے تعریفی سرٹیفکیٹ تک ملے تھے۔"

"اور کیا سبھی ڈاکو مارے گئے تھے... کوئی ایک بھی زندہ نہیں بچ سکا تھا۔"

"ہاں! سب کے سب مارے گئے تھے... کوئی نہیں بچا تھا۔"

"کوئی اتنی دیر بھی زندہ نہیں رہا تھا کہ کوئی بیان بھی دے سکتا۔"

"نہیں موقعے پر ہی سب ہلاک ہو گئے تھے۔"

"کیا یہ بات عجیب نہیں... ڈاکو دس کے قریب تھے... بلکہ پورے دس تھے... کوئی ایک بھی ایسا نہیں تھا کہ جو کچھ دیر کے لیے زندہ رہا ہو اور پھر مرا ہو۔"

"نہیں... سب موقعے پر ہی ہلاک ہوئے تھے۔" انسپکٹر سلورا نے کہا۔

"کیا یہ بات عجیب نہیں۔" وہ مسکرائے۔

"مجھے تو یہ بات عجیب محسوس نہیں ہوئی۔"

"اچھا خیر... ڈاکوؤں کے پاس سے کیا کچھ برآمد ہوا تھا۔"

"تھوڑی بہت نقد رقم... کچھ زیورات... اور بس۔"

"دیکھیے ہم مجبور ہیں... اس کیس میں ہمارے پاس کوئی مجرم نہیں ہے... لہٰذا آپ خود کو مجرم کے طور پر پیش کر دیں... یہ اقرار کر لیں کہ آپ ہی نے اختر بھلوانی کو ہلاک کیا ہے۔"

"اوہو... میں کیوں اقرار کر لوں... آخر مجھے کیا ضرورت تھی ایسا کرنے کی... جسے ضرورت تھی، آپ اس کی طرف دھیان تک نہیں دے رہے۔" اس نے جھلا کر کہا۔

"کیا مطلب... کسے ضرورت تھی؟" انسپکٹر جمشید چونکے۔

"جاوید بھلوانی صاحب کو..."

"کیا... انسپکٹر سلورا... یہ تم کیا کہہ رہے ہو... ہوش میں تو ہو... جانتے نہیں... میں کون ہوں۔"

''جی ہاں! اچھی طرح جانتا ہوں... بات دراصل یہ ہے کہ اختر بھلوانی بہت نیک تھے۔ وہ آپ کے ظلم وستم کو برداشت نہیں کرتے تھے اور آپ کو ظلم سے باز رہنے کے لیے کہتے رہتے تھے... بس آپ کو غصہ آگیا اور آپ نے اپنے بھائی کو ہلاک کر دیا... کوٹھی کے کمروں کے فرش نئے ڈالے جا رہے تھے... بس آپ نے اس کمرے کی روڑی ہٹائی اور بھائی کی لاش کو اس میں دفن کر دیا۔''

''یہ غلط ہے... جھوٹ ہے... اگر یہ بات ہے تو پھر گڑھے سے تمہارا پائپ کیوں ملا... اس سوال کا کیا جواب ہے تمہارے پاس۔''

''پائپ پوری دنیا میں ایک میں ہی نہیں پیتا۔''

''ہاں واقعی... یہ تو خیر ٹھیک ہے۔'' فرزانہ نے جلدی سے کہا۔

وہ اس کی آواز سن کر چونک اٹھے... انہیں یوں لگا جیسے اب تک نیند کے عالم میں رہے ہوں اور اس کی آواز سن کر جاگ گئے ہوں... ان سب نے حیران ہو کر فرزانہ کی طرف دیکھا... البتہ انسپکٹر جمشید مسکرائے تھے۔

''فرزانہ نے سب کو جگا دیا... ورنہ شاید سب سو

رہے تھے... ہاں تو مسٹر انسپکٹر سلورا... آپ کے حق میں بہتر یہی ہے کہ اپنا جرم قبول کر لیں... اگر یہ جرم آپ نے نہیں کیا تو گڑھے سے پائپ کیوں ملا... چائے کا کپ کیوں ملا... سونے کا کانٹا کیوں ملا۔''

''مجھے کیا پتا... جس نے قتل کیا ہے... یہ چیزیں اسی کی ہوں گی...''

''اور تمہاری کیوں نہیں ہو سکتیں۔''

''میری... حد ہو گئی... میں کہہ چکا ہوں... پائپ صرف میں ہی تو نہیں پیتا۔''

''اس کا مطلب ہے... ہمیں ایک اور ایسا شخص تلاش کرنا پڑے گا جو پائپ پیتا رہا ہو... آؤ بھئی چلیں۔''

''ہاہاہا۔'' انسپکٹر سلورا نے قہقہہ لگایا۔

''کیا کہا آپ نے... آؤ بھئی چلیں۔'' محمود کے لہجے میں بلا کی حیرت در آئی۔

''ہاں! میں نے یہی کہا ہے... آؤ بھئی چلیں اور میں کہہ بھی کیا سکتا ہوں۔''

''حد ہو گئی ابا جان... آپ معاملے کو جوں کا توں چھوڑ کر جانا چاہتے ہیں۔''

''ہاں اور کیا کیا جائے... آؤ چلیں۔''

اب تو ان سب کے چہروں پر حیرت ہی حیرت دوڑ گئی... ایسے میں انسپکٹر جمشید بولے:

''ویسے جانے سے پہلے اگر آپ لوگ اجازت دیں تو میں ایک تجربہ کرنا چاہتا ہوں۔''

''تجربہ... کیا مطلب؟'' ان سب کے منہ سے نکلا۔

''ہاں بھئی تجربہ... اور کیا... تجربے کا مطلب نہیں آتا'' وہ حیران ہو کر بولے۔

محمود، فاروق، فرزانہ، خان رحمان اور پروفیسر داؤد چونک اٹھے... یہ انسپکٹر جمشید کا خاص انداز تھا... کسی بھی لمحے وہ دھماکا کرنے والے تھے...

''اور... اور وہ تجربہ کیا ہے ابا جان۔'' فاروق نے سرسراتے لہجے میں کہا۔

''ہم باقی کمروں کے فرشوں کی بھی کھدائی کرتے ہیں۔''

''کیا!!!'' ان سب کے منہ سے نکلا... لیکن سب سے زیادہ بلند آواز انسپکٹر سلورا کی تھی۔

''آپ... کیا کہنا چاہتے ہیں۔'' مارے حیرت کے جاوید بھلوانی نے کہا۔

''یہ آپ انسپکٹر سلورا سے پوچھیں... ان کی طرف دیکھیں... میری بات سن کر یہ خوف زدہ کیوں ہو گئے ہیں۔''

ان سب نے انسپکٹر سلورا کی طرف دیکھا... وہ حد درجے خوف زدہ نظر آیا۔ آنکھوں میں بے پناہ حیرت تھی... شاید اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا تھا۔

''ہاں واقعی... ان کے چہرے پر تو خوف ہی خوف نظر آ رہا ہے... آخر یہ آپ نے ایسا کیا کہہ دیا... کہ ان کی یہ حالت ہو گئی۔''

''میں نے تو بس صرف یہ کہا ہے کہ اس کوٹھی کے باقی کمروں کے فرشوں کو بھی اکھڑوانا چاہیے... اس بات سے انہیں اس قدر خوف زدہ ہونے کی بھلا کیا ضرورت تھی۔''

''یہ تو یہی بتائیں گے... کیوں جناب... آپ کچھ بتانا پسند کریں گے۔''

انہوں نے انسپکٹر سلورا کی طرف دیکھا... لیکن وہاں تو موت کی خاموشی تھی۔

''یہ تو اب شاید ہی کچھ بولیں... کیوں نہ میں ہی کچھ

بتانے کی کوشش کروں...'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''اس سے زیادہ اچھی بات کیا ہو سکتی ہے...''

''خیر تو پھر بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ ڈاکوؤں کے پاس کوئی بہت بڑی دولت تھی... وہ کسی دور دراز علاقے سے لوٹ کر لائے تھے... وہ یہاں آئے تو ان کا سامنا انسپکٹر سلورا سے ہو گیا... اس نے انہیں ہتھیار ڈالنے کا حکم دیا، لیکن انہوں نے ہتھیار نہ ڈالے۔ اس طرح دو طرفہ فائرنگ ہوئی... کچھ ڈاکو مارے گئے... کچھ زخمی ہوئے... اب سلورا نے دیکھا کہ ان کے پاس تو بے تحاشہ دولت ہے... چند ڈاکو بھی زندہ بچ جاتے تو انسپکٹر صاحب کو یہ ساری دولت سرکاری خزانے میں جمع کرانا پڑتی... اب ان کے پاس اس کا یہی حل تھا کہ یہ تمام ڈاکوؤں کو موت کے گھاٹ اتار دیتے... اور اس نے یہی کیا... اب مسئلہ تھا دولت کا... اس کے بارے میں اچانک اس کے ذہن میں یہ بات آئی کہ جاوید بھلوانی کی کوٹھی بن رہی ہے... فرش ڈالے جا رہے ہیں... لہٰذا یہ دولت کسی ایک کمرے کے فرش کے نیچے دفن کر دی جائے... پھر موقع محل دیکھ کر نکال لی جائے... اس نے یہی کیا... دولت زیادہ تھی... اس نے مدد کے لیے بیوی کو ساتھ لیا... کیونکہ اس

معاملے میں کسی اور کو تو شریک کیا نہیں جا سکتا تھا... اب یہ دونوں رات کی تاریکی میں یہاں آ گئے... لیکن جب یہ دولت دفن کرنے کی تیاریاں ہو رہی تھیں... تو اختر بھلوانی ادھر آ نکلے... اب وہ جاننا چاہتے تھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے... انسپکٹر سلورا کیسے انہیں بتاتے کہ وہ کیا کر رہے ہیں... ان کا راز اس طرح کھل جاتا... اب ان کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ اختر کو ہلاک کر دیں... اور انہوں نے یہی کیا۔''

''اوہ... اوہ۔'' ان سب کے منہ سے نکلا۔

''اور پھر انہوں نے ایک گڑھے میں تو لاش کو دفن کیا... دوسرے میں دولت دفن کی... سلورا کی بیوی چائے کی حد درجے عادی ہے... خاص طور پر پریشانی کے عالم میں تو وہ چائے کے بغیر رہ ہی نہیں سکتی... اسی لیے وہ چائے ساتھ لائی تھی... اور کپ میں ڈال کر پی رہی تھی کہ کپ ہاتھ سے گر گیا... اسی طرح لاش کو دباتے وقت اس کے کان سے کانٹا اور انسپکٹر سلورا کے منہ سے پائپ گر گیا... کسی لاش کو دفن کرنا آسان کام نہیں ہوتا... گھبراہٹ طاری ہونا قدرتی بات ہے... بس یہ ہے کل کہانی... اب اس سے بڑا ثبوت ان کے

خلاف کیا ہو سکتا ہے... کسی اور کمرے کے فرش کے نیچے وہ دولت موجود ہے۔"

اب سب نے انسپکٹر سلورا کی طرف دیکھا... وہاں مکمل موت کی سی خاموشی تھی۔

اسے مجبور کیا گیا کہ وہ بتا دے دولت کس کمرے کے نیچے ہے... ورنہ انہیں ایک ایک کر کے تمام کمروں کے فرش اکھڑوانا پڑیں گے...

آخر اس نے بتا دیا... فرش اکھڑوایا گیا اور وہ دولت نکال لی گئی... اس میں ہیرے اور جواہرات بھی شامل تھے... اتنی دولت کو دیکھ کر ان کی آنکھیں پھیل گئیں...

تھوڑی دیر بعد ہی وہ دوسرے مجرم یعنی انسپکٹر سلورا کی بیوی کو گرفتار کرنے کے لیے اس کے گھر کا رخ کر رہے تھے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

آئندہ ناول کی ایک جھلک

61 واں خاص نمبر

ان کارہ مشن

انسپکٹر جمشید پارٹی، انسپکٹر کامران مرزا پارٹی اور شوکی برادرز کا مشترکہ خاص نمبر

مصنف: اشتیاق احمد

☆ طویل عرصے بعد اشتیاق احمد کے سنسنی خیز قلم سے ایک عظیم الشان مہماتی خاص نمبر.... ان کارہ مشن

☆ 300 سے زائد صفحات قیمت 180 روپے

☆ محدود تعداد میں اشاعت... آج ہی آرڈر بک کروالیں۔

☆ اس کے ساتھ اشتیاق احمد کی انسپکٹر جمشید سیریز کے چار ناول ایک ہی جلد میں شائع کیے جا رہے ہیں۔ چار ناول 1983 کے بعد اب پہلی بار شائع کیے جا رہے ہیں۔ قیمت 250 روپے۔

☆ یہ دونوں یعنی خاص نمبر ان کارہ مشن اور "ایک جلد میں چار پرانے ناول" کی مشترکہ قیمت ہے 430 روپے... جبکہ آپ صرف 350 روپے منی آرڈر کر کے یہ دونوں ناول حاصل کر سکتے ہیں... منی آرڈر کرنے پر پوسٹ آفس آپ سے 50 روپے فیس وصول کرے گا... یعنی آپ اس کے باوجود 430 روپے کے ناول صرف 400 روپے میں حاصل کر سکیں گے۔ ہے نا فائدے کی بات۔ منی آرڈر اس پتے پر کریں۔

اٹلانٹس پبلیکیشنز، D-83، سائٹ، کراچی۔